Digitized by Khilafat Library Rabwah

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین۔ اکمل

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے ۔ بیرون ہندوستان ۔ پانچ روپے

مصنفہ طلباء اور غرباء احمدیوں سے ڈھائی روپیہ

نمبر ۱۱ | ربیع الاول ۱۳۴۲ھ | مطابق نومبر ۱۹۲۳ء | جلد ۲۲

فہرست مضامین

بہائی مذہب اور اسلام نمبر ۲ ۔ ۴۲۷ ۔ ڈاکٹر محمد صدیق صاحب

شذرات ۔ ۴۳۰ ۔ اکمل

قرآن و حدیث سے پیشگوئیاں نمبر ۳ ۔ ۴۴۶ ۔ مولوی کرم داد صاحب دو المیال

خداوند کا حلیہ بائبل میں ۔ ۴۴۹ ۔ منشی فضل حسین صاحب مہاجر

مسئلہ کفارہ پر چند ابتدائی سوالات ۔ ۴۵۱ ۔ بابو محمد صادق صاحب لاہور

آریوں کے اعتراض کا جواب کیا خدا نے شرک کی تعلیم دی؟ ۔ ۴۵۳ ۔ مولوی عبدالحی صاحب حیدر آباد دکن

حضرت مسیح کی معجزانہ پیدائش قرآنی دلائل ۔ ۴۵۹ ۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب مالاباری

بیہقی کی من السماء والی حدیث پر ایک نظر ۔ ۴۶۸ ۔ مولوی اللہ دتا صاحب جالندہری

مسیح موعودؑ نبی بلا کتاب ۔ ۴۷۲

نظم ۔ ۴۷۴

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خطاب اپنی قوم سے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی توسیع اشاعت کے لئے فرماتے ہیں۔ "اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا۔ تو یہ واقعی اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہو گا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اسوقت توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت ومالی امداد میں جہانتک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاویں" پھر فرماتے ہیں:۔ "اگر اس رسالہ کی اعانت کیلئے اس جماعت میں سے دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے۔ تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں۔ تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے"

احمدیہ جماعت کے لئے ان الفاظ سے بڑھ کر زیادہ مؤثر اور کونسے الفاظ ہوں گے۔ مگر جائے افسوس ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو کئی سال پہلے جبکہ جماعت کی حالت آج سے کہیں زیادہ کمزور تھی۔ دس ہزار خریدار اس رسالہ کے لئے چاہتے تھے۔ مگر دس ہزار تو کیا دو ہزار خریدار بھی ابھی تک جماعت نے نہیں پیدا کئے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کی پروا نہیں ہو رہی۔ تو میری اپیل کیا اثر کریگی۔ امیر۔ پریزیڈنٹ اور سکرٹری صاحبان ایسے ارشادات کی تعمیل کے زیادہ ذمہ وار ہیں ریویو اردو کی قیمت تین روپے۔ طالب علم دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ؍)

بقایاداران ریویو

جن صاحبان کے نام سالہا سال سے تشحیذ و ریویو کا بقایا چلا آتا تھا۔ ان کو ہم نے جوابی کارڈ لکھے کہ کم از کم ۱۹۲۳ء کا چندہ تو دیدیں تاکہ آئندہ حساب درست رہے۔ ان میں سے ایک تہائی نے تو کچھ نہ کچھ جواب دیا۔ مگر باقی دو ثلث کارڈ ہی ہضم کر گئے۔ جو نہایت قابل افسوس امر ہے۔

اب دسمبر کا پرچہ ان خریداروں کے نام وی پی کیا گیا ہے۔ جنہوں نے تاحال ۱۹۲۳ء کا چندہ ادا نہیں فرمایا۔ سال کے اندر یہ چوتھی بار وی پی ہم بھیج رہے ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بار بار وی پی کرنے میں سٹاف کو کس قدر محنت اور پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ ننانوے میں سے ۵۔ ۷ واپس بصیغہ انکاری آ جائیں احباب اگر سال کے ابتدا ہی میں قیمت ادا فرما دیا کریں تو طرفین کو آرام رہے۔ اس طرح پر تو ہر وی پی پر خرچ ہو جاتے ہیں

(مینیجر ریویو آف ریلیجنز قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بہائی مذہب اور اسلام

(نمبر ۲)

اب میں ایک اور آیت کے متعلق ناظرین کی خدمت میں اہل بہاء کا استدلال پیش کرتا ہوں۔ اور یہ دکھانے کی کوشش کروں گا۔ کہ اس آیت کے معنے اور مفہوم میں بھی انہوں نے بے انصافی سے کام لیا ہے۔

والسماء ذات البروج ۰ والیوم الموعود ۰ وشاھد ومشھود (پارہ ۳۰۔ سورۃ البروج)

قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اور یوم موعود کی۔ اور شاہد اور مشہود کی۔

اس آیت سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ یوم موعود سے جناب بہاء اللہ کا وقت مراد ہے۔ اور شاہد سے مراد جناب سید علی محمد باب اور مشہود سے جناب حسین علی صاحب بہاء اللہ۔ اور والسماء ذات البروج میں اشارہ ہے کہ ۱۲ صدیوں کے بعد یہ واقع ہو گا۔ یعنی تیرھویں صدی میں۔ کیونکہ آسمان کے بارہ برج ہیں۔ یا یہ کہ امت محمدیہ میں بارہ امام ہوئے ہیں۔ غالباً شیعوں کے اماموں کی طرف اشارہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان آیات میں بروج۔ الیوم الموعود اور شاہد اور مشہود الفاظ ہیں۔ جن کے معانی پر غور کرنا ہے۔ سو بروج جمع ہے برج یعنی ستارہ کی۔ اور آسمان کو بارہ حصوں میں تقسیم کرنے والے کو بھی برج کہتے ہیں۔

دوسرا لفظ یوم موعود ہے۔ اس سے کیا مطلب ہے۔ سو اس کے لئے خود اگر قرآن کریم میں ہی دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یوم موعود سے کیا مراد ہے۔ سورہ ہود آیت ۱۰۴۔ ذالک یوم مجموع لہ الناس و ذالک یوم مشھود۔ یہ ایک دن ہے کہ اکٹھے کئے جاوینگے اسمیں لوگ۔ اور وہ دن ہے حاضری کا اس آیت کے سیاق و سباق۔ سے یوم مشہود کے دو معنی معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تو قیامت کا دن۔ اور دوسرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ دن جبکہ کفار عرب پر عذاب کا وقت آئیگا۔ اور ان کو ہلاک اور تباہ کر دیا جائیگا۔ ان کی طاقت اور ثروت چھین لی جاویگی۔ اور جب ایسا ہو گا تو وہی یوم مشہود ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے پہلی آیت ہے۔ وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان اخذہٗ الیم شدید۔ اسی طرح تیرا رب بستیوں کو پکڑتا ہے۔ بحالیکہ وہ ظالم ہوتے ہیں۔ بتحقیق اس کا پکڑنا سخت درد دینے والا ہے۔ اس آیت میں خداتعالیٰ نے بستیوں کو پکڑنے یعنی عذاب کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ ہم جب ہی پکڑتے ہیں کہ وہ ظالم ہوتے ہیں۔ ان الفاظ میں ایک پیشگوئی اہل مکّہ کے لئے۔ اور مخالفانِ عرب کے واسطے بھی۔ جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے۔ کہ اے مکّے والو! اور عرب کے دشمنان دین خداتعالیٰ کا عذاب آنیوالا ہے۔ اور تم اے مکّہ والو! چونکہ ظالم ہو۔ مجھ کو اور میرے مؤمنوں کو تم لوگ ظلم سے تنگ کرتے ہو۔ دُکھ دیتے ہو۔ ایک دن آنیوالا ہے جبکہ تم پکڑے جاؤگے کیونکہ خداتعالیٰ ظلم کرنے والے لوگوں کے شہروں کو پکڑا کرتا ہے۔ تم بھی پکڑے جاؤگے۔ اور پھر اس کا پکڑنا سخت درد دینے والا ہوگا۔ اور یہ کب ہو گا۔ جبکہ لوگ اکٹھے کئے جاوینگے۔ اور وہی دن مشہود ہو گا۔ یعنی جب مکہ فتح کیا جاویگا۔ اور اہل مکہ کو پکڑ لیا جاویگا چنانچہ واقعی وہ دن جبکہ مکّہ فتح ہُوا مکہ والوں اور مخالفین اسلام کے لئے سخت درد کا موجب ہُوا۔ اسی آیت کے ہم معنی الیوم الموعود کے الفاظ بھی ہیں۔ اگر یہاں پر یوم موعود سے قیامت مراد لی جاوے۔ تب شاہد سے مُراد انبیاء ہونگے اور مشہود سے مراد وہ جن پر نبی گواہی دینگے کہ فلاں نے مانا اور فلاں نے نہیں مانا۔ اور اگر یوم موعود سے مُراد اسی دنیا کے کسی وقت سے لی جاوے۔ تو یہ وہی دن ہے۔ جبکہ کل عرب پر اسلامی پرچم کا اقتدار قائم کر دیا گیا تھا۔

خداتعالیٰ والسماء ذات البروج میں اس حالت کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ جبکہ اہل عرب کا آسمان ستاروں سے بھرا ہُوا تھا یعنی وہ اہل اسلام کے مقابلہ میں نہایت زبردست تھے۔ اور اسوقت جبکہ وہ ہر طرح مسلمانوں کی نسبت طاقتور تھے۔ پھر جب ان پر عذاب آئیگا۔ اور وہ پکڑے جاوینگے اسوقت سے تو ان کا مقابلہ کر۔ کیا حالت اہل عرب کی ہوگی۔ جبکہ اہل عرب کی طاقت کو توڑ دیا جاویگا اور ان کی شان وشوکت جاتی رہیگی۔ اور یہاں شاہد سے مُراد رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور مشہود سے مُراد وہ لوگ ہیں۔ جو کہ رسول کریمؐ کے مخالف تھے۔ اس سُورۃ کی اگلی آیتیں بھی اگر غور سے دیکھی جاویں تو اسی کی تائید کرتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ الیوم الموعود سے مُراد وہ دن ہے۔ جبکہ مکہ والوں کا غرور توڑ دیا جاویگا۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر یوم موعود سے مُراد جناب بہاء اللہ کی بعثت کا وقت لیا جاوے۔ اور شاہد اور مشہود سے مُراد باب اور بہاء اللہ۔ تو اس کے متعلق بھی غور کرتے ہیں کہ آیا قرآن کریم سے کیا ثابت ہوتا ہے :-

ہم کہتے ہیں کہ شاہد سے مراد خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور مشہود سے مُراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں دوسری جگہ خود رسول کریم کو شاہد کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے :۔ سورہ الفتح پارہ ۲۶۔ آیت ۹۔ انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا سُورۃ الاحزاب میں ہے :- یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا۔ ہر دو آیات میں رسول کریم کو شاہد قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم سے شاہد معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے مشہود سوائے حضرت مسیح موعود اور آپ کی اُمت کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول کریم بموجب آیت ویکون الرسول علیکم شہیدًا اُمتِ محمدیہ کے شاہد ہیں۔ اسلئے اُمتِ محمدیہ مشہود ہوئی۔ اور اُمتِ محمدیہ میں ہی مسیح موعود ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ بھی مشہود ہوئے ۔

دوسرے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کو جو کہ حضرت مسیح موعود کے لئے ہیں۔ دیکھا جائے۔ تو ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح موعود کے آنے کی شہادت دی اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد ہوئے۔ اور مسیح موعود مشہود۔

والسماء ذات البروج کے معانی پر بھی غور کیا جائے۔ تو بھی یہی مسئلہ صاف عیاں ہو جاتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ پہلی صدی ہجری میں موجود تھے۔ دوسری صدی ہجری کے شروع میں بموجب حدیث مجددین مجدّد۔ یعنی پہلا مجدد دوسری صدی میں آیا۔ اور اس حساب سے بارھواں مجدد تیرھویں صدی میں آیا۔ بارہ دور ہی مجددین کے ہوتے ہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور چودھویں صدی میں ہوا۔ بس یہی یوم موعود ہے۔ اور اسی کی طرف آیات والسماء ذات البروج۔ الیوم الموعود۔ وشاھد ومشھود اشارہ کرتی ہیں ۔ والسلام ۔ عاجز صدیق ۔

صرف ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء کا ریویو آف ریلیجنز اپنے پاس رکھ کر آپ ہر ایک مذہب والے کو تبلیغ کر سکتے ہیں۔ ضرورت ہو تو مناظرہ بھی ۴؍ کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لیجئے (مینیجر ریویو۔ قادیان)
مباحثہ سرگودھا ۶؍ - مباحثہ بمبئی ۸؍ - کسر صلیب حصہ اوّل ۶؍ - کسر صلیب حصہ دوم ۴؍

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۷۸۶

شذرات

(۱)

مُسلمانوں کے ہاتھ سے سلطنتیں کیوں گئیں؟

خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی دینی دنیوی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ یہی کیا کم نعمت تھی۔ کہ وحشی سے انسان۔ انسان سے با خدا انسان بنایا۔ اور اپنے قرب سے مشرف کیا۔ مگر عطیات الٰہی کی کچھ انتہا نہیں خس پوش عربوں کو دوسروں پر حکومت دی۔ اور ان صاحبان جبروت و سطوت بادشاہوں کو ان کے قدموں پر گرایا۔ جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ بلکہ یہاں تک بندہ نوازی کی۔ کہ جس ملک کا کسی نادان نے حاکم بن کر انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کیا۔ اسی ملک کی حکومت مسلمان بادشاہوں کے ایک ادنیٰ غلام کو بخشدی۔ فسبحان الملک القدوس۔

آخر جب مسلمانوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ اور احکام الٰہی کی صریح خلاف ورزی کرنے لگے اور کھلے بندوں توہین۔ تو خدا تعالیٰ نے سلطنتوں کو ایک ایک کر کے چھین لیا۔ ہندوستان میں بھی ہماری حکومت تھی۔ اس کے ایک علاقہ کے تاجدار مرزا نصیر الدین حیدر کا واقعہ سنئے۔ جس سے آپ کو یقین ہو جائیگا۔ کہ خدا نے اگر سلطنت چھین لی۔ تو عین انصاف سے۔ ایک شاہد عینی کا بیان ہے۔ جو رسالہ دلگداز سے لیا جاتا ہے۔

"یہ شخص عیش و عشرت و بادہ خواری کے پیچھے دیوانہ تھا۔ شراب میں سبزی گھٹتی تھی۔ پھر اسمیں افیون گھلتی تھی۔ اکثر بے ہوشی میں پاخانہ ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ معتمد اللہ پر جھنجھلاہٹ نکالی۔ پتے پکڑ کر ان کا سر دو نو گھٹنوں کے بیچ دبا لیا۔ اوپر سے دے گھونسا دے گھونسا۔ تجھ سے وزارت کا کام ملک کا انتظام کچھ نہیں ہو سکتا۔ پوچھا کس بے انتظامی پر خانہ زاد کو یہ سزا مل رہی ہے۔ ابھی ابھی اس کا انتظام ہوا جاتا ہے۔ کہا میرے پائجامہ میں کوئی شخص پاخانہ پھر کر چلا جائے۔ اور تجھے خبر نہ ہو۔ جلد اس شخص کو پیدا کرو۔ نہیں تو تمہاری خیر نہیں۔ جاؤ اسے پکڑ کر میرے سامنے حاضر کرو۔

معتمد اللہ نے بڑی ذکاوت سے اس آفت کو ٹالا۔ دو دن کے بعد عرضی دی۔ خداوند خانہ زاد نے بہت ڈھونڈا۔ کسی فرد بشر میں یہ ہرگز جرأت نہیں ہو سکتی۔ معاذ اللہ سطوت سلطانی سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زہرہ آب ہو جائے۔ ایک بڑے کابل منجم و شانہ بین نے بہت صحیح پتہ لگایا یعنی اعلیٰحضرت اور شاہ جن سے خواب میں کشتی ہوئی۔ آخر صولت و بطش سلطانی نے اسکو اس طرح دبایا کہ اس سے یہ خطا صادر ہوگئی۔ معتمد اللہ یہ فقرہ ایسا چلے کہ اپنے لئے خلعت اور منجم کے لئے کچھ انعام بھی لے مرے۔"

یہ واقعہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ جب حالت بد تر سے بد تر ہوگئی۔ تو خدا نے اپنا انعام واپس لیا اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ بے اعتدالی بے راہ روی کی سزا زیادہ اسی کو ملتی ہے۔ جو اپنی زیر تربیت ہو مسلمان خدا کی واحد موحد جماعت ہیں۔ یہ قرآن مجید کی موجودگی میں جب شوخی و شرارت سے کام لینگے تو فوراً سزایاب ہونگے۔

(۲)

اسلام دین الفطرت ہے

اسلام کا دوسرا نام دین الفطرت ہے۔ مسلمان اگر ایسا کہیں۔ تو خوش عقیدگی پر محمول ہوگا لیکن خدا کے فضل سے ہمارے پاس غیر مذاہب کے آدمیوں کی شہادات موجود ہیں۔ ازانجملہ ڈاکٹر موشیم ہیں۔ جو لکھتے ہیں:-

"اس نئے مذہب کی سریع ترقی کے اسباب کا پتہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ محمدؐ کا قانون انسان کے قدرتی میلان طبع کے لئے موزون تھا۔ کیونکہ وہ نہایت ہی سادہ تھا۔"

جو متعصب لا اکراہ فی الدین کی موجودگی میں اسلام کی طرف جبر و اکراہ منسوب کرتے ہیں۔ وہ کم از کم اس رائے کو پڑھ کر ہی اپنی رائے میں اپنے بھلے کے لئے تبدیلی پیدا کرلیں۔ اور خوب یاد رکھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی لڑائیاں محض دفاعی تھیں۔ اس لڑائی میں آپ کے احکام در بارۂ سلوک ایسے صاف اور واضح ہیں کہ ان سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ جنگ محض دفع شر اور مذہبی آزادی کے حصول کے لئے تھی۔ چنانچہ چارلس طیہ تاریخ دین محمدی میں لکھتا ہے:-

"آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ خانہ نشین عباد و رہبان کو نہ ستانا۔ عورتوں کی کمزوری پر رحم کھانا۔ بوڑھوں اور بچوں کی جانیں بچانا۔ ثمر دار درختوں کا لحاظ رکھنا۔"

یہ وہ احکام ہیں۔ جن کی پابندی آجکل کی مہذب سے مہذب سلطنتیں نہیں کر سکتیں۔ مگر صحابہ نے اس پر عمل کر کے دکھا دیا کہ اسلام دین الفطرت ہے۔ اس کے منوانے کے لئے کسی جبر یا سختی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی ضرورت نہیں ۞

(۳)

بائبل کا مقابلہ قرآن مجید سے

ہر چند کہ بائبل اپنی موجودہ صورت میں قرآن مجید کے مقابل رکھی نہیں جا سکتی۔ لیکن تاہم پادریوں کا زعم باطل توڑنے کے لئے خود انہی کے ہم مذہب ہم قوم عالموں کی رائے پیش کر دینی چاہیئے۔ جس میں بائبل کی حقیقت بمقابلہ قرآن مجید بیان کی گئی ہے۔ ہنری ہیلم رقمطراز ہیں:۔

"قرآن مجید کی تعلیم خالص کندن کی مانند ہے۔ اسمیں میل ہٹی کثافت کا کہیں نام و نشان بھی نہیں خدا کی ذات صفات اور روحانی و اخلاقی اصول وغیرہ کو جیسا مکمل اور مدلل قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ آج تک دنیا کی کسی الہامی اور غیر الہامی کتاب نے بیان نہیں کیا۔ بائبل میں تو خدا کی بابت ادنے درجے کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ اور انبیاء جو دنیا کے لئے نمونے ہوتے ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت ایسی پست دکھائی ہے۔ کہ ایک معمولی اخلاق کا انسان بھی اس سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے۔ بخلاف قرآن مجید کے کہ وہ ہر ایک اعتبار سے اکمل و افضل ہے اس کی وجہ یہ کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور خالص وحی ہے"

(۴)

مسیح یا محمدؐ

پادری نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مقابلہ مسیح ناصری سے کرکے اسکی افضلیت ثابت کرنے کی بیجا نامطبوع اور ناکام کوشش کیا کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ مسیح ناصری کے ان پیروؤں کا حال ایسے نازک موقعہ پر جب ان کا آقا اور نجات دہندہ سخت مشکلات میں ہے۔ بلکہ جبکہ اس کی جان پر بنی ہے۔ یہ ہے۔ جو انجیل ہی سے نقل کیا جاتا ہے:۔

"(۱) یسوع نے انہیں جواب دیا کہ اب تم ایمان لائے ہو۔ دیکھو گھڑی آتی ہے۔ بلکہ آ پہنچی ہے کہ تم میں سے ہر ایک پراگندہ ہو کے اپنی راہ لیگا۔ اور تم مجھے اکیلا چھوڑ دو گے"

(یوحنا باب ۱۶۔ آیت ۳۵)

"(۲) تب وہ سب اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے" (مرقس باب ۱۴۔ آیت ۵۰)

"(۳) پھر انھوں نے جو وہاں کھڑے تھے۔ پطرس کو کہا۔ سچ تو انہیں میں سے ہے۔ کیونکہ تو جلیلی اور تیری بولی دیتی ہے۔ تب پطرس لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا۔ اور کہا میں اس شخص کو جس کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تم ذکر کرتے ہو (یسوع) نہیں جانتا" (مرقس باب ۱۴ - آیت ۶۹/۷۲)

یہ اس کا حال ہے۔ جو بعد میں یسوع مسیح کا خلیفہ ہوا۔

لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت ہم خود کچھ نہیں کہتے۔ سر ولیم میور کے الفاظ نقل کئے دیتے ہیں:-

"روحانی زندگی کی ایسی بیداری لوگوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اور نہ ایسا عقیدہ دیکھنے میں آیا تھا۔ جس نے قربانی برداشت کر کے اپنا مال و متاع لٹ جانا ایمان کی خاطر بخوشی گوارا کیا ہو"۔

اسکے علاوہ اور بھی کئی حوالے ہیں۔ جو کسی دوسرے وقت پیش کئے جائینگے۔

(۵)

کیا اسلام ہندو دھرم سے نکلا ہے؟

یہ پتہ ہمیں ایک۔ ہندو روشن دماغ کی تحریر سے ملا ہے۔ کہ اسلام اپنی تمام خوبیوں میں جس کا انکار معترض مضمون نگار سے بھی نہیں ہو سکا۔ ہندو دھرم کا ممنون ہے۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں :-

"(۱) باغستان۔ یگیہ سٹھان سے نکلا ہے (۲) مکے زئی کیکیئی خاندان میں سے ہیں (۳) عرب سنسکرت میں گھوڑے کا نام ہے (۴) ایک صاحب قرش ہتی نام مصر کے رستے سے عرب میں گئے۔ ان سے قرشیوں کی نسل چلی۔ قرش ہتی چندر بنسی خاندان کے تھے۔ اسی لئے ہلال ان کا قومی نشان ہے (۵) ترکوں کی ٹوپی پر جو کالا پھندنا ہے۔ یہ ہندو نشان چوٹی کی یادگار ہے۔

(۶) گایتری منتر سورہ فاتحہ کی شکل میں موجود ہے"۔

سبحان اللہ! امید ہے۔ دیگر روشن دماغ محررین کچھ اور باتیں بھی تھوڑی سی توجہ سے نکال کر ملک عرب پر اپنا استحقاق ثابت کر دینگے۔ پھر ویدک جھنڈا ملک عرب میں لہرانے لگا۔

(۶)

آخری فیصلے کے لئے مباہلہ

علماء زمن جب آپس میں ایک دوسرے سے کوئی آخری فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو مباہلہ کا چیلنج ایک دوسرے کو بلا تامل دیدیتے ہیں۔ مگر ہماری طرف سے انہیں بارہا چیلنج دیا گیا۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں مانتے۔ اور آپ کو مفتری و کاذب کہتے ہو۔ تو آؤ میدان مقابلہ میں اور ہم سے مباہلہ کرو۔ تو اسوقت جانے کیا بات ہے ایسی چپ سادھتے ہیں۔ کہ گویا گونگے کا گڑ کھا گئے ہیں۔ یا ان کو کلوروفارم سونگھا دیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نام لے لے کر ان کو مباہلہ کے لئے بلایا۔ مگر کوئی سامنے نہ آیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے بعد علماء دیوبند کے معتمد علیہ تے جب اپنے ایک حریف کو مباہلہ پر بلایا۔ تو میں نے بھی انہیں اس فیصلہ حق کی طرف متوجہ کیا کہ ہم سے مباہلہ کرلو۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اگر وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے تو فوراً ہاں کر دیتے۔ مگر اشتہار بازی شروع کر دی۔ جو ایک سال تک جاری رہی۔ اور سوال یہ چھیڑ دیا کہ مباہلہ طریق فیصلہ آخری ہے یا نہیں۔ اور یہ کہ پہلے تعیین عذاب کر دو۔ یہی ایک بات ہماری صداقت کے ثبوت کے لئے کافی تھی۔ کہ جب فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا گیا۔ تو عذاب کا دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ اور تعیین عذاب والے سوال کا جواب اگر ہو سکتا ہے۔ تو دونو فریق کے ذمے۔ پس یہ کیا بات ہے۔ کہ جس کو ہم مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں۔ وہ معاً یہ یقین کر لیتا ہے کہ عذاب مجھ پر ہی نازل ہوگا۔ اس لئے تعیین عذاب کراؤں۔ اس کے عقیدہ میں تو عذاب ہم پر آنا چاہیئے۔ اور تعیین عذاب کا سوال ہمیں کرنا چاہیئے تھا۔ مگر ہم نہیں کرتے۔ دیوبند کے بعد یہاں غیر احمدیوں کے سالانہ جلسے پر اکناف ہند کے علماء کو چیلنج دیا گیا۔ انھوں نے چند نااہلوں اور نادانوں کو قربانی کا بکرا بنانا چاہا۔ وہ بھی تعیین عذاب وغیرہ کے جھگڑے کے ساتھ اور خود خاموش بیٹھے رہے۔ بعض حاضرین نے غیرت دلائی۔ کہ دیوبندی کیوں خموش ہیں۔ کرسیوں پر بیٹھنے والے صدر مولوی نور احمد صاحب اور اہلحدیث کے ایڈیٹر مولوی ثناء اللہ کیوں خود مباہلہ نہیں کرتے۔ اس کا کچھ جواب بن آیا اسوقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ اپنی اپنی موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ؎

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را ❊ کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ

کل اخبار مشرق میں مولوی عبد الماجد صاحب بدایونی کی ایک تقریر دیکھی۔ جسمیں وہ اپنی ذات کے متعلق کچھ الزام دینے والوں کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"فتح بغداد کی تار دینے والا ہمارے مسلک میں ملعون ہے۔ اور ہم اس پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں۔"

میں مولوی عبد الماجد صاحب سے عرض کرتا ہوں۔ کہ حضرت جب ایک چھوٹے سے معاملہ میں آپ مباہلہ کرنے کو تیار ہیں۔ تو آیئے ایک اہم مسئلہ کو بھی بذریعہ مباہلہ طے کر لیجیئے۔ جو ہمارے اور آپ کے درمیان مختلف فیہا ہے۔ یعنی حضرت مرزا صاحب کی صداقت جس پر کفر و ایمان کا دار و مدار ہے۔ دیکھئے آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ مباہلہ یہی ہے۔ کہ بعد از اتمام حجت فریقین اپنا قضیہ خدا کے حضور پیش کر دیں۔ اور لعنت اللہ علی الکاذبین کہدیا جائے۔ پھر خدا خود جھوٹے سے نپٹ لیگا۔ کیوں ہے ہمت؟ میرا پچھلا تجربہ بتاتا ہے۔ کہ آپ اس کا جواب نہیں دینگے۔ اور اس اہم بات کو معمولی سمجھینگے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حالانکہ اس پر آپ کی نجات اخروی (وان الاخرۃ ھی دار القرار) کا دار و مدار ہے۔ بدایوں ایک وقت علم وفن کا مخزن رہ چکا ہے۔ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر نہیں چلتے۔ تو کم از کم ان کے نام لیوا ہونے کے مدعی ہو کر اتنی جرأت تو دکھاؤ کہ ہمارے مقابلہ پر آؤ۔ اور یونہی باتیں نہ بناؤ۔

(۷)

موت کے بعد زندگی

جیون تت دیو سماجیوں کے اخبار نے یہ فی الجملہ غلط لکھا ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد انسانی رُوحیں سینکڑوں اور ہزاروں سالوں تک قبروں ہی میں بے حس و حرکت پڑی رہینگی۔ اور آخر قیامت یا انصاف کے دن جب خدا تعالیٰ ایک بہت بڑا دربار لگائینگے۔ تب وہ ان کے حضور میں پیش کی جائیگی۔ اور پھر خاص رسول کی سفارش پر یا تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دی جائینگی۔ کہ جہاں پر وہ آگ میں جلتی رہینگی۔ مگر کبھی ختم نہ ہونگی × × × × × اور یا وہ بہشت میں بھیجدی جائیگی۔

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ انسان اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا پاتا ہے۔ اور یہ جزا و سزا کی زندگی اسی دُنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ جسم سے رُوح کی مفارقت کے بعد رُوح کو اس کے اعمال کے مطابق ایک نورانی یا ظلماتی جسم دیا جاتا ہے۔ اور پھر وہ اس میں اپنے دنیا کے اعمال کے مطابق جزا و سزا پاتا ہے۔ مگر اس جزا و سزا کا بالکل کھلا کھلا ظہور قیامت کے روز ہو گا۔ اور بمقابلہ اس حالت کے وہ حالت رُوح کی جو موت کے بعد معاً ہو گی۔ اور جسے قبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور جس سے یہ گڑھا مُراد نہیں۔ جس میں مردے دبائے جاتے ہیں۔ بمنزلہ خواب کے ہے۔ سینکڑوں اور ہزاروں سالوں تک بامید انصاف قبروں میں بے حس و حرکت پڑا رہنے کا کوئی عقیدہ نہیں۔ اسلام نے یہ عقیدہ سب سے پہلے ظاہر کیا۔ اور انسانی عقل کے مطابق خدا تعالیٰ کے تمام فرستادے اس کی تشریح فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ خاتم النبیینؐ نے اسے وضاحت سے سمجھا دیا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ آج کل کے سائنس دان اور یورپی علماء بھی بعض حالات سے مجبور ہو کر حیات بعد الموت کے قائل ہوتے جاتے ہیں۔ اور دیو سماجی بھی ان کے تتبع میں کچھ ایسا عقیدہ ظاہر کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ اپنے دیوگورو کی طرف منسوب کر کے یہ عقیدہ لکھتا ہے:۔

"بڑے بڑے سائنس دان سالہا سال کے تجربات کے بعد یہ اعلان کرنے کے لئے مجبور ہو گئے کہ مرنے کے بعد انسانی رُوحیں سوکھشم یا لطیف جسموں کے ساتھ زندہ رہتی ہیں۔ اور خاص حالات میں اس دنیا کے انسانوں کے ساتھ خط و کتابت یا ملنے جلنے کا سلسلہ قائم کر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکتی ہیں × × × × × جب تک کوئی انسان اسی دُنیا میں زندہ رہتا ہے۔ عموماً تب تک اس کی جیونی شکتی اپنے آیندہ استعمال کے لئے اپنے جسم کے ہر رنگ میں سوکھشم سیل یا لطیف مادی ذرات بناتی رہتی ہے۔ یہ سیل انسان کے ادنےٰ یا اعلےٰ زندگی کے درجہ کے موافق گھٹیا یا بڑھیا قسم کے ہوتے ہیں × × × × اس طور پر جس رُوح کی حالت جتنی اعلیٰ ہو۔ وہ اس دنیا سے مرنے کے بعد اتنے ہی درجہ کا بہتر سوکھشم جسم بنا کر اُتنے ہی اعلیٰ درجہ کے لوک میں نواس کرنے اور وہاں کے اعلیٰ میل کی اعلیٰ برکتوں کو بھوگنے کے لائق بنتا ہے × × × × × اس طور پر انسانی رُوح میں بھلی یا بری تبدیلی کا سلسلہ جیسے اس دنیا میں جاری رہتا ہو ویسے اس کا سلسلہ پرلوک میں بھی جاری رہتا ہے۔"

جیون تت کی یہ باتیں ایسی ہیں۔ جیسے اندھیرے میں چلتا ہوا کوئی انسان کہیں سے روشنی دیکھ لے اور ایک جھلک سی اُسے دکھائی دے۔ وہ اسلام کے حضور زانوئے ادب تہ کرکے اوّل اپنے سچے مالک وحقیقی خالق کا پتہ لے۔ اور پھر اپنی آیندہ زندگی کے متعلق ان پاک بازوں سے سچا علم حاصل کرے جو اپنی آنکھوں سے وہاں کے تمام حالات یقینی طور پر مشاہدہ فرماتے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک پتہ بیان کرتے ہیں۔ بہشت اور دوزخ ہمارے ہی اعمال کے اظلال و آثار ہیں۔ دوزخ سے بداعمالیوں کی سزا پاکر (جو محض اس کی اصلاح کے لئے ہیں) انسان نکل آئے گا۔ یہ غلط ہے کہ ہمیشہ کے لئے اسی میں رہے گا۔ اور بہشت میں انسان کے لئے نامتناہی اور مسلسل ترقیات کا موقع ہے۔ یہ سب باتیں قرآن مجید میں بصراحت مرقوم ہیں۔ اور مزید واقفیت کے لئے اسلام کی فلاسفی حضرت مسیح موعود کی تصنیف پڑھنی چاہیئے۔

(۸)

ذوالجناح کی ہسٹری

تمام مذہبی اور تاریخی اور تحقیق پسند دُنیا معزز ہم عصر ذوالفقار شیعہ اخبار لاہور کی ممنون و مشکور ہے۔ کہ اس نے ازراہ علم دوستی ہم ایسے دنیا دار نادانوں کو جو قرآن شریف و حدیث سے ناواقف اور تاریخ و سیر کی کتابوں سے بوجہ غیر زبان نہ جاننے کے ناآشنا محض ہیں۔ نہایت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ اور مختلف کتابوں کی ورق گردانی کی ناقابل برداشت زحمت سے بچالیا ہے۔

ہمعصر موصوف نے بجا طور پر اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا ہے کہ کیوں لاہور سے ایام محرم میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نکلنے والے گھوڑے کی زیارت سے بعض لوگوں نے (جو بزبان ہمعصر یزیدی۔ خارجی اور ناصبی کے خطاب سے ملقب ہیں) روکنا چاہا۔ جبکہ ذوالجناح وہ عدیم النظیر گھوڑا ہے۔ جس کو امام الثقلین حضرت حسینؑ کی سواری کا فخر حاصل ہے۔

ہمعصر موصوف نے از راہ کرم سب سے پہلے اس گھوڑے کے شجرۂ نسب کی تحقیق فرمائی ہے اور جو چند سطور حوالہ قلم معارف رقم فرمائی ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔

ا۔ "اس گھوڑے کے حالات حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے کے بہت سے تلاش کئے گئے۔ مگر نہیں ملے۔"

افسوس ہے کہ بدبخت جاہلوں اور متعصّبوں نے ان مجلدات کی حفاظت نہ کی جنمیں اس گھوڑے کے شجرہ نسب اور حالات حضرت سلیمان سے پہلے کے لکھے ہوئے موجود ہونگے۔ بہرحال جو کچھ ملا ہے وہی غنیمت ہے۔

ہمعصر موصوف لکھتے ہیں:۔ "یہ گھوڑا رسولؐ نے نہیں خریدا تھا۔ جنگ خندق کے زمانے میں پہاڑ سے نمودار ہوکر خودبخود رسول اللہؐ کی خدمت میں آگیا تھا۔" (صلّ وجلّ)

"بعض صحابیوں کا گمان ہے کہ یہ آسمان سے اُترا ہے۔ مگر یہ ان کا قیاس اور خیال ہے جو غلط ہے۔"

ہم اس موقعہ پر ہمعصر کی تحقیق و تدقیق۔ انصاف و اکتشاف جرأت مؤمنانہ صداقت مورخانہ کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بے شک عجوبہ پسندی اور خوش عقیدگی کا تقاضا یہ تھا کہ ایسی روایت بلا تامّل مان لی جاتی۔ کہ وہ گھوڑا آسمان سے نازل ہوا تھا۔ مگر جب علامہ موصوف نے دیکھا کہ از روئے روایت و درایت یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ تو فوراً اور علانیہ انکار فرما دیا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء عنّی وعن سائر المسلمین الی یوم الدین۔

آگے لکھتے ہیں:۔

"یہ درست ہے جب کوئی زمانہ معصوم سے خالی آتا۔ تو یہ اس نسل کا گھوڑا جنگلوں اور پہاڑوں میں اپنی زندگی بسر کرلیتا۔ اور اپنی نسل ضرور باقی چھوڑتا۔"

اللہ اللہ ایک ہم انسان کہ زمانہ معصوم سے خالی ہے۔ اور پھر اس ڈھٹائی کے ساتھ زندہ شہروں میں موجود۔ ایک حضرت ذوالجناح کہ معصوم سے خالی زمانہ دیکھ کر شہریت کو چھوڑ کر جنگل کی راہ لی۔ مگر اپنے مقصد پیدائش سے بے پروا نہیں "اپنی نسل ضرور باقی چھوڑی" کوئی گھوڑی بھی ضرور ہوگی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس مقصد وحید میں امداد دینے اور شریک ثواب ہونے کے لئے ہجرت الی الصحرا کر لیتی ہو گی۔ یا شاید عام طریق توالد تناسل سے الگ کوئی ذریعۂ نسل ضرور چھوڑنے کا ہو گا۔ جو ہم بے علموں کو معلوم نہیں۔ فاضل ہمعصر سے یہ پہلو تشنۂ تحقیق باقی رہ گیا۔ اُمید ہے کسی آیندہ اشاعت میں اپنے جواہر ریزوں سے مسرور الوقت فرمائینگے۔

العرض یہ گھوڑا " آہستہ آہستہ رسالتمآب تک پہنچ گیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ اُس سے خاص محبّت رکھتے "

یہاں ایک سوال تھا۔ جس کا جواب دندان شکن و مسکت خصم حضرت ہمعصر ذوالفقار نے اپنی قلم جواہر نگار سے دیا۔ سوال یہ تھا کہ ابوبکر نے تو بنت الرسول کو ترکۂ رسول ہی نہیں دیا۔ یہ گھوڑا کیونکر اہلبیت تک پہنچ گیا۔ واقعی سوال ٹیڑھا تھا۔ مگر جواب نے سب ٹیڑھیں نکال دیں۔ سائل بھی کیا یاد کریگا۔ فرماتے ہیں :۔

" اس نسل کے گھوڑے نے کبھی کسی غیر معصوم کو سواری نہیں دی۔ اگر کوئی غیر معصوم اس کی سواری کا قصد کرتا تھا۔ یہ اسپر درندہ شیر کی طرح حملہ کر کے اس کے قبضے سے نکل جاتا تھا "

اِتنے جواب سے یہ واضح ہو گیا کہ ابوبکر و عمر یا عثمان کو اس گھوڑے کی سواری نصیب نہیں ہو سکتی تھی پھر کیا ہؤا۔ وہ بھی سن لیجئے :۔

" یہ ذوالجناح بعد از وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اہل بیت کے دروازہ حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں خود بخود آگیا۔ اور یہ کسی جگہ سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ذوالجناح کی واپسی کے واسطے کسی نے کوشش کی ہو بلکہ بعض اصحاب نے یہ خبر پاکر کہ یہ ذوالجناح اہل بیت کے پاس خود پہنچ گیا ہے۔ کہا۔ ہماری جان اس عذاب سے چھوٹ گئی "

واقعی وہ یہ سمجھتے ہوں گے۔ کہ مفت میں غذائے صبح و شام کا بندوبست اور اوپر سواری کرنے دیتا نہیں۔ اچھا ہوا۔ چلا گیا۔ اس موقعہ پر حضرت عمرؓ کا ایک بیان ہمعصر موصوف نے نقل فرمایا ہے :۔

" نواسۂ رسول حسین جبکہ ان کا سن پانچ سال کا تھا۔ تو ذوالجناح رسول اللہ کی سواری کے واسطے دروازہ مسجد پر آیا۔ اور رسول اللہ کھڑے ہوئے تھے سوار ہونے کو۔ اور حسین بھی اپنے نانا کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ حسین ذوالجناح کی طرف بڑھا۔ اور یہ ذوالجناح فوراً

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے گھٹنے ٹیک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور حسین اسپر سوار ہو گیا۔ اور یہ گھوڑا کھڑا ہو گیا۔"

بادی النظر میں یہ روایت خلاف درایت معلوم ہوتی تھی۔ مگر ہم عصر نے راوی حضرت عمرؓ بنا کر اتمام حجت کر دی۔ کہ "دشمن اہلبیت" جو روایت کرے۔ اُسے کون ذی ہوش نہ مانیگا۔

بہر حال یہ ذوالجناح حضرت علی کو ملا۔ پھر حضرت امام حسین کو سواری دی۔ اُسوقت ایک بچہ اس کی نسل سے پیدا ہو گیا تھا۔ یہ ہمعصر موصوف نے اس وہم کے ازالہ کے لئے فرمایا کہ کوئی یہ نہ سمجھے۔ کربلا کا واقعہ پیش آنے سے نسل بند ہو گئی ہو گی۔

"حمید کہتا ہے۔ امام حسین تنہا خیمہ کے باہر تشریف لائے۔ × × × × × × حمید کا قیاس ہے کہ اسوقت حضرت کا کوئی رکاب تھامنے والا نہ تھا۔ اسپ وفادار ذوالجناح فوراً اپنے گھٹنے ٹیک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور امام مظلوم سوار ہو کر قتل گاہ میں پہنچ گئے۔"

ہمعصر موصوف نے یہ بتانے کے لئے کہ یہ بات بے تحقیق نہیں ہے۔ راوی کا نام لکھ دیا لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ آیا ذوالجناح کا قد معمول سے بہت اونچا تھا۔ یا امام ہمام سوار ہونا نہ جانتے تھے۔ کیونکہ عموماً فوجی آدمی بغیر رکاب تھموانے بلکہ بغیر رکاب ہی کے گھوڑے پر سوار ہو جاتے ہیں۔ یا شاید اسمیں کوئی حکمت ہو گی۔ بہر حال ذوالجناح بیٹھ گیا۔ اور امام علیہ السلام سوار ہو گئے۔

میدان کربلا میں امام ہمام زخموں سے چور چور ہو گئے۔ اسوقت

"امام نے اشارہ کیا۔ ذوالجناح نے اپنا کان امام حسین کے قریب پہنچایا۔ حضرت نے کچھ کہا۔ اور ذوالجناح ایک نشیب کی جگہ پر امام کو لے گیا۔ × × × اس نشیب میں جا کر ذوالجناح بیٹھ گیا۔ نواسۂ رسول نے رسول کا عمامہ۔ ذوالفقار علی ذوالجناح کی زین سے باندھ دیا۔ اس کے بعد پھر گھوڑے اور امام میں کچھ کلام ہوئی۔ ذوالجناح کھڑا ہو گیا۔ اور لشکر یزید میں گھس گیا۔ اس کو دیکھ کر لشکر یزید کے گھوڑے اپنے اپنے سواروں کو گرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ کئی خیمے فوج یزید کے گرائے × × × × ذوالجناح کے حملے نے ۱۳۰۰ ناری واصل جہنم کئے۔ ذوالجناح قتال کرتا ہوا نہروزات کی فوج پر جا پڑا۔ صفوں کی صفیں دریا میں غرق کر دیں۔ جن کی تعداد تین سو تھی۔"

خدا تعالیٰ جزائے خیر بخشے ہمعصر موصوف کو۔ کہ اس نے یہ حقائق جو اصول الدین ہیں۔ ہمیں سُنائے اور نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور کیا۔ ورنہ ہم تو محروم ہی رہ جاتے۔ تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ تبرکات کا حامل بھی ذوالجناح ہے۔ دوم یہ کہ حضرت امام سے اس کا کلام بھی ہوتا تھا۔ سوم یہ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گھوڑے نے قتال کیا۔ اور صفوں کی صفیں اُلٹ دیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ گھوڑے کا قتال محض دولتّیوں پر موقوف تھا یا کہ ذو الفقار چلائی۔ اور ہماری موٹی عقل یہ بھی نہ سمجھ سکی۔ کہ وہ تلوار پکڑی کس طرح جاتی تھی۔ اور ایک اور وسوسہ نادانی بھی آیا ہے۔ کہ گھوڑا تو امام حسین کی سواری میں پہلے بھی یزیدیوں کے گھوڑوں کے سامنے آیا تھا۔ اسوقت وہ کیوں اپنے اپنے سواروں کو چھوڑ کر نہ بھاگ گئے۔ شاید حامل تبرکات اور وصیّ الامام ہونے کے بعد کوئی خاص شان پیدا ہو گئی ہو گی۔ خیر اس کے بعد امام کی شہادت کی خبر سُن کر ذو الجناح اہل بیت کے حضور حاضر ہوا۔ اور "امام کو کچھ امام کا پیغام دیا" اور پھر "آن واحد میں غائب ہو گیا" لفظ غائب سُنتے ہی ہمارے دل پر ایک چوٹ لگی۔ مگر ہمعصر موصوف نے ہمیں یہ مژدہ سُنایا ہے کہ:۔

"ظہور صاحب العصر کے زمانہ میں ذو الجناح حضرت کی سواری میں ہو گا۔ اور عمامۂ رسول حضرت کے سر مبارک پر اور ذو الفقار علی کمر میں جو وقت شہادت امام حسین علیہ السلام نے ذو الجناح کو امانت دیدی تھی"

گویا یہ چیزیں اب تک حفاظت سے ذو الجناح کے پاس موجود ہیں۔ اس کے بعد ہمعصر نے ان لوگوں کو لعن طعن کی ہے۔ جو گھوڑا دیکھنے سے منع فرماتے ہیں۔ ہاں ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ لاہور کا گھوڑا بھی اسی ذو الجناح کی نسل سے ہے۔ مگر غالباً نہیں۔ کیونکہ ہمعصر موصوف نے بتایا ہے۔ کہ یہ اس گھوڑے کی نقل ہے۔ اور نقل میں کچھ ہرج نہیں۔ آخر حدیث کی کتابیں۔ مسجدیں سب نقلیں ہی ہیں۔ جواب تو معقول ہے مگر ہم اتنا عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ نقل مطابق اصل ہی بہتر ہے۔ آخر اس گھوڑے میں بھی کچھ شان ذو الجناح ہونی چاہیئے۔ ورنہ نقل دوسرے معنوں میں نقل بن جائیگی۔ اور یہ سمجھا جاسکیگا۔ کہ ذو الجناح کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ایک عالم دین کی بجائے دوسرا عالم دین خواہ اس سے کم ہی ہو ممبر پر آبیٹھے۔ تو کچھ اعتراض کی بات نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ایک لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل عمامہ بر سر جبہ در بر۔ داڑھی بڑھائے۔ عصا ہاتھ میں لئے ممبر پر چڑھ جائیں۔ تو ضرور مار کھائینگے۔ اُمید ہے۔ ہمعصر ذو الفقار اپنی کسی آیندہ اشاعت میں اس نقلی ذو الجناح کے کرامات و شجرہ نسب و حالات سے ممتاز فرما کر علمی دنیا پر ایک احسان فرمائینگے ؛

(۵)

تبلیغی کوششیں

ہماری شان میں خداوند کریم نے کنتم خیر امّۃ اخرجت للناس فرمایا۔ جس سے اندازہ ہو سکتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ کہ ہماری تبلیغی کوششیں کس اعلیٰ پیمانے پر ہونی چاہیئیں ٭

دوسرے مذاہب جو کچھ کر رہے ہیں۔ ان میں سے عیسائی مبلغین کا حال کبھی کبھی ہمارے اخبار چھاپتے رہتے ہیں۔ اس نوٹ میں آپ کو ایک سوسائٹی کے بعض ممبروں کا حال سناتا ہوں۔ جن کو کسی مذہب سے تعلق نہیں۔ یہ دیو سماجی ہیں۔ جو نہ صرف خدا کے منکر ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی شان میں ایسی بیہودہ باتیں کہتے ہیں۔ جن کی کسی شریف انسان سے توقع نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنا محکوم بنانا چاہتے ہیں۔ اور اس قسم کے مطالبات کرتے ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی عقلیں ایسی موٹی ہیں۔ جو آسمان و زمین کے خالق کی شان کو سمجھ ہی نہیں سکتیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی خدا ہے تو ہم گھڑی بند کرتے ہیں۔ وہ اسے چلا دے۔ حالانکہ یہ کام ایک عاجز و درماندہ انسان بھی کر سکتا ہے۔ اس قسم کی لغویت کی پاداش میں ایک لپیتے جیسے انسان کے آگے سر عبودیت جھکاتے ہیں۔ اس پارٹی یا سوسائٹی یا سماج کا ایک ممبر لکھتا ہے۔ جو یہ عہد کر کے گھر سے نکلا تھا کہ میں تیس ہمجیاں اپنے بنا کر واپس آؤں گا

”پر تیس سیوک شردھالو بنانے کی جو شبھ پرتگیا کی گئی تھی۔ ۲۰۔ اگست تک اس پہلو میں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی × × × × آج ۲۱ تاریخ تڑکے سے میرے دل میں بہت سخت بے چینی ہے × × × اور بار بار میرے دل میں یہ بات آ کر مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ کہ ہائے کیا ہماری پرتگیا پوری نہ ہوگی۔ آخر کار میرا دکھ اسقدر بڑھ جاتا ہے × × × × کہ میں یہ زبردست پرتگیا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہوں۔ کہ میں آج ۵ شردھالو سیوک بنا کر ہی چین لوں گا۔ میں نے علی الصباح اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک خاص بھارکی۔ اس میں بھگوان (یاقی دیو سماج کو کہتے ہیں) سے بہت زور دار پرارتھنائیں کی گئیں × × × × رات کے نو ۹ بجے تک ۱۴ شردھالو بنا لئے گئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے کھانا کھایا“

یہ حالات کسی تقلید کے لئے نہیں لکھے گئے۔ ایک منکر خدا اس قابل نہیں۔ بلکہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے لئے کس قدر عظیم الشان کام ہے۔ اور ہمیں اپنی تبلیغی کوششوں کو دوچند سہ چند کرنے کی کہاں تک ضرورت ہے۔ دوم یہ کہ جب ایک مومن جس کے لئے خدا کی نصرت کا وعدہ ہے یہ عزم کر کے گھر سے نکل پڑیگا۔ کہ میں اتنے احمدی بنا کر واپس آؤنگا۔ تو اسے کیوں کامیابی نہ ہوگی +

(۱۰)

انسان کے اعمال کا اثر رُوحانیّت پر۔

قرآن مجید نے اس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ بہشت کی نعمتیں دوزخ کی تکلیفیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسانی اعمال کے اظلال وآثار ہیں۔ اور انسان اپنے خیالات اور اعمال ہی سے اپنی روحانی ساخت کو تیار کرتا ہے ٭

نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اس سے پہلے اس پر ہنسی اُڑاتے تھے۔ لیکن اب انہی کے استادوں نے اس کا اقرار شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ انگلستان کے مشہور سائنس دان ڈاکٹر اے۔ آر۔ والیس فیلو آف رائل سوسائٹی لکھتے ہیں :-

"ہم سب کے سب اپنے ہر ایک عمل اور خیال کے ذریعے ایک ایسی اندرونی ساخت بنانے میں مدد گار ہو رہے ہیں۔ جس کو لیکر ہی ہمارا اصل وجود ہو گا × × × ہم اپنے روزمرہ کے خیالات اور کلام اور اعمال سے اپنی جیسی کچھ اندرونی ساخت یا دل اور دماغ کی جیسی کچھ حالت بنا رہے ہیں۔ آیندہ کی زندگی میں ہماری خوشی یا مصیبت میں کمی یا بیشی کا براہ راست ہماری اسی اندرونی حالت پر ہی انحصار ہو گا۔"

یہ شمہ ہے اس حقیقت اور صداقت کا جسے قرآن مجید نے نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ایک آیت ہے :- وکل انسان الزمنه طائره فی عنقه۔ ہم نے ہر انسان کے اعمال کا اثر اسی کے گلے باندھ دیا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا :- کل نفس بما کسبت رھینة۔ ہر شخص اپنے اعمال کی جزا میں بندھا ہوا ہے۔ اور پھر مرنے کے بعد نیکوں اور بدوں کی حالت کا ذکر بتاتا ہے۔ انّ جھنم کانت مرصادًا للطٰغین مآبا۔ جہنم سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔ اور اخیر پر فرمایا۔ جزاءً وفاقاً۔ یہ حالت سزا اعمال کے موافق ہے۔ اسی طرح نیکوں کے لئے ارشاد ہوا۔ انّ للمتقین مفازًا حدائق واعنابًا۔ بدی سے بچنے والوں کے لئے کامیابی ہے۔ اور خوشی وآرام کے مقامات۔ اس کے لئے بھی فرمایا۔ جزاءً من ربک عطاءً حسابًا۔ اعمال کا کافی صلہ ہے۔ بلکہ بڑھ چڑھ کر۔ گویا مرنے کے بعد انسان اسی زندگی میں رہیگا جو اس نے اپنے اعمال سے تیار کی۔ البتہ خدا تعالیٰ چونکہ مالک ہے۔ اسلئے اس کی معافی وانعام اس کے علاوہ ہے ٭

(۱۱)

مسلمانوں پر ذلّت ومسکنت

روزنامہ وکیل نے اپنے ایک لیڈنگ آرٹیکل میں مسلمانوں کی چھنی ہوئی سلطنتوں کا نوحہ کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"غور کیجئے ہماری فتوحات کا سلسلہ کہاں تک پھیل گیا تھا۔ یورپ میں ہسپانیہ اور یورپین ٹرکی

البانیہ[۳]۔ بلغاریہ[۴]۔ سرویہ[۵]۔ بوسنہ[۶]۔ جبل اسود[۷]۔ ہرزگوبنیہ[۸]۔ یورپین روس کے اکثر حصوں[۹] ایشیا میں عرب[۱۰]۔ شام[۱۱]۔ فلسطین[۱۲]۔ آرمینیا[۱۳]۔ جرجان[۱۴]۔ قفقاز[۱۵]۔ ایران[۱۶]۔ خراسان[۱۷]۔ افغانستان[۱۸] ہندوستان[۱۹]۔ تبت[۲۰]۔ کشمیر[۲۱]۔ ترکستان[۲۲]۔ سائبیریا[۲۳]۔ چین[۲۴]۔ تاتار[۲۵]۔ افریقہ میں مصر[۲۶]۔ نوبیہ[۲۷] حبشہ[۲۸]۔ طرابلس[۲۹]۔ تیونس[۳۰]۔ الجزیرہ[۳۱]۔ مراکش[۳۲]۔ مغربی و مشرقی سواحل کے اکثر اقطاع[۳۳]۔ وسط افریقہ کے صحرا[۳۴]۔ اور جنوبی حصہ میں کیپ کورسٹ کالونی[۳۵] اور بیشمار جزیروں[۳۶ تا ۴۰] پر ہم قابض و متصرف ہوگئے تھے۔ اور اب یہ حالت منقلب ہوگئی ہے۔ فتوحات اسلامی کی وسعت کا آج کی اسلامی حکومتوں کے رقبہ سے مقابلہ کیا جائے۔ تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔" (۲۲ ستمبر ۱۹۲۲ء)

ہمعصر کا نوحہ بجا۔ رونا پیٹنا برمحل۔ ہم صرف یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ سلطنت انعام آلہی ہے یا نہیں اس کا جواب اثبات میں دیا جائیگا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے ذکر میں حضرت موسیٰ اپنی قوم سے فرماتے ہیں :۔ یاقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم۔ اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکاً۔ جب سلطنت انعام آلہی تھا۔ تو یہ چھینا کیوں گیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔ ذالک۔ بانّ اللہ لم یک مغیراً نعمۃً انعمہا علیٰ قوم حتیّٰ یغیروا ما بانفسہم (۱/۴) (اللہ تعالیٰ کسی قوم پر جو نعمت کرے۔ اُسے نہیں بدلتا۔ جب تک وہ اپنی حالت اس انعام کے ناقابل بنالے) پس ثابت ہوا۔ کہ مسلمانوں نے اپنی حالت کو اوّل بدلا جب جاکر خدا نے انعام چھینا۔ اور بجائے حکومت۔ مسکنت دی۔ جس کی وجہ قرآن مجید میں یہ مذکور ہے۔

وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤا بغضب من اللہ ذالک بانّہم کانوا یکفرون بایٰت اللہ ویقتلون النبیّین بغیر الحق۔ ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون۔

بنی اسرائیل پر ذلّت و مسکنت لیس دی گئی۔ اور یہ اس پاداش میں ہوا۔ کہ وہ اللہ کے نشانوں کا انکار کرتے تھے۔ اور نبیوں کا مقابلہ ناحق کرتے۔ اور یہ نتیجہ تھا۔ ان کی عصیان آلود زندگی اور حد سے بڑھنے کا۔ پس مسلمانوں پر ذلّت و مسکنت بھی انہی وجوہ سے آئی۔ اب یہ کام ہر حق طلب۔ خدا ترس۔ عاقبت اندیش کا ہے کہ وہ دیکھے۔ کونسے نشانات آلہی اس زمانے میں ظاہر ہوئے۔ اور وہ کونسی مقدس ہستی تھی جس کا انکار کیا گیا۔ اور وہ کون مبارک وجود تھا۔ جس میں تمام نبیوں کے کمالات جمع ہوئے۔ اور اس پر ایمان نہ لایا گیا۔ بلا تامّل کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ۔ آپ ہی کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ کے اتنے نشانات ظاہر ہوئے۔ کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں۔ تو ان سے ان کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے اور آپ ہی وہ جامع جمیع کمالات محمدیہ مامور ہیں۔ جنہیں تمام نبیوں کی شان خصوصی پائی جاتی ہے۔ پس جیسے یہود پر مسیح کے انکار کے بعد عذاب آیا۔ اور ان پر ذلت و مسکنت کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اسی طرح مسلمان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ساتھ ہوا۔ واقعات کا اقرار کرلیا گیا ہے (یعنی سلطنتیں چھن گئیں) وجہ قرآن مجید میں مذکور ہے (انکار نشانات الٰہی و مقابلہ انبیاء) اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مسیح کے انکار کے بعد ایسا ہوا تھا۔ تو یہ تسلیم کرلینا پڑے گا۔ کہ اب بھی جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہوا۔ اسی لئے ہوا۔ کہ انھوں نے مسیح موعود کو نہ صرف یہ کہ نہ مانا بلکہ شوخی و شرارت سے پیش آکر اسے ایذا دی۔ اس کے کام میں روک ڈالنی چاہی۔ اے کاش! مسلمان اب بھی سمجھیں۔ نہ سمجھینگے تو آئندہ زمانہ خود سمجھالیگا ؏

(۱۲)
پہلے صحیح انجیل تو دکھاؤ

پادری صاحبان فرمایا کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں انجیل کے ہدایت و نور ہونے کا اعتراف ہے۔ تو پھر کیوں اس کی تعلیم کی تسلیم سے انحراف ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ اول تو جن معنوں میں قرآن مجید نے انجیل کو نور و ہدایت فرمایا۔ وہ ہمیں مسلم ہے۔ یعنی اس نے خدا کی بادشاہت کا ہمیں پتہ دیا۔ عہد کے رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر دی۔ ہم ایمان لائے۔ آپ ہی اس نور سے اندھے ہیں رہے۔ دوم۔ قرآن مجید میں تو اس انجیل کا ذکر ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اور آپ حضرت عیسیٰ کا کلام پیش کرتے ہیں۔ جو انجیل نہیں۔ کلام الٰہی نہیں۔ بلکہ سوانح عمری ہے۔ سوم حضرت مسیح اور ان کے ساتھیوں کی زبان تو عبرانی تھی۔ اور انجیل کا کوئی نسخہ عبرانی میں نہیں۔ پس پہلے اصل انجیل تو پیدا کرو۔ پھر ہم سے بات کرو۔ انجیل کے متعدد نسخے اور آئے دن اس کی ترمیم و تنسیخ اور اضافہ و کمی ہی ثابت کر رہی ہے۔ کہ یہ موجودہ انجیل کہاں تک قابل اعتبار ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک فاضل دوست نے ایک پرانی انجیل اپنے ہاتھ میں لی۔ اور متعدد انجیلیں حاضرین میں تقسیم کردیں۔ پھر آپ نے بعض باب پڑھنے شروع کئے۔ تو حاضرین بے اختیار پکارنے لگے۔ کہ یہ آیت میری انجیل پر نہیں۔ دوسرا کہے۔ یہ آیت نہیں۔ غرض عجیب لطف کا سماں تھا۔ کوئی پادری صاحب ہوتے۔ تو مارے ندامت کے پانی پانی ہوجاتے ؏

عیسائیوں کے پاس اصل انجیل نہ ہونے کا اعتراف خود ان کے ہم قوم ہم مذہب لوگوں نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب رابرٹ انگرسول نام لکھتے ہیں :-

"ہم عیسائی مذہب کے پیرو ہیں۔ اور اس مذہب کی بنیاد نئے عہد نامے پر ہے۔ مگر کسی کو علم نہیں۔ کہ اس کا مصنف کون ہے۔ بعض ایسے قلمی نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ جنہیں نئے عہد نامے کے بعض حصے ملتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی دو نسخے ایک۔ دوسرے سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مطابقت نہیں رکھتے۔ یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ ان کا مصنف کون ہے۔ یہ تمام نسخے یونانی زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے۔ حضرت مسیح کے پیرو صرف عبرانی زبان جانتے تھے۔ اور کسی نے آج تک کوئی نسخہ عبرانی زبان میں نہیں دیکھا۔ تمام اناجیل کے اصلی نسخوں میں کسی کے دستخط موجود نہیں۔ مختلف خطوط میں کسی خاص انسان کو مخاطب نہیں کیا گیا۔ اور سب پر ایک ہی شخص کے دستخط موجود ہیں۔ جس نے اس مضمون پر غور کیا ہے۔ اسے علم ہے کہ ان خطوط کے پتے جن سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ مختلف لوگوں کو بھیجے گئے۔ بعد کی تحریریں ہیں۔ قارئین کو یہ امر بھی ملحوظ رہے۔ کہ حضرت مسیح نے نئے عہد نامہ کا ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ اور نہ ہی آپ نے کسی کو لکھنے لئے فرمایا۔ وہ ہستی جو بنی نوع انسان کے لئے ایک ایسا اہم پیغام لائے۔ جس پر ان کی نجات کا دارومدار ہو۔ ایسے پیغام کی صحت پر اس کی تصدیق کا ہونا ایک لابدی امر ہے۔ لیکن یہاں تو حضرت مسیح کی کوئی سند موجود نہیں "۔

رسُول عربی

اے مرے پیارے مری جان رسُول عربی
تجھ پہ ہو جاؤں میں قربان رسُولِ عربی

میں ترے عشق میں مرٹ جاؤں فنا ہو جاؤں
ہے تمنا مری ہر آن رسُولِ عربی

خواب ہی میں مجھے اک بار دکھا دو مُکھڑا
کچھ تو نکلیں مرے ارمان رسُولِ عربی

ہے یہ سچ تیری غلامی میں نبوّت ملتی
اللہ اللہ یہ تری شان رسُول عربی

خوب دیکھا ہے مگر آپ سا کامل رہبر
کوئی ملتا نہیں انسان رسُول عربی

آج دُنیا میں ترا ذکر سُنا کر سب کو
فخر کرتے ہیں مُسلمان رسُول عربی

جو گنہگار تمہے در پہ دُہائی دیدے
اُس کو مل جاتا ہے رضوان رسُول عربی

دُکھ دئے آپؐ کو کفار نے لیکن پھر بھی
اُن پہ کرتے رہے احسان رسُول عربی

ہم کو توحید کا اک گیت سُنا کر تو نے
کر لیا تابع فرمان رسُول عربی

حق پرستوں کے لئے دفترِ عرفان کھلا
یہ ترا چھوٹا سا قرآن رسُول عربی

اپنے اسلم کی یہ مولیٰ سے سفارش کر دیں
سخت مشکل بھی ہو آسان رسُول عربیؐ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن وحدیث سے پیشگوئیاں

زمانہ حال کی نسبت

(نمبر ۳)

سورۂ تکویر میں جن واقعات کا ذکر ہے۔ اوّل تو یہ ظاہری الفاظ کے موافق قیامت میں پورے ہونگے دوم ابتدائی آیات میں آخری زمانہ کی پیشگوئیاں ہیں۔ اذا الشمس کوّرت۔ جس وقت کہ سورج لپیٹا جاوے۔ یعنی آخری زمانہ میں فسق وفجور کی تاریکی دنیا میں پھیل جائیگی۔ علاوہ اس کے اسمیں اسلامی سلطنت کے زوال کی بھی پیشگوئی تھی۔ علم تعبیر میں سورج سے مراد بادشاہ اور ستاروں سے وزرأ وامراء۔ اور تکویر کے معنی لغت میں ڈھانپنا۔ قال ابن عباس غورت وقتادہ ذہب ضوءھا یعنی آخری زمانہ میں ایک ایسا وقت آئیگا۔ کہ سلطان کو تخت سے نیچے ڈالدینگے۔ جیساکہ سلطان عبدالحمید کے ساتھ ہوا۔ اور اس کی روشنی (طاقت) جاتی رہیگی۔ اب یہی حالت ہے۔ و اذا النجوم انکدرت۔ جب ستارے دھندلے ہو جائینگے۔ یعنی علماء ربانی کا اخلاص جاتا رہے گا۔ یا اراکین سلطنت کی وفاداری میں فرق آجائیگا۔ واذا الجبال سیّرت۔ اور جب پہاڑ اُڑا دئے جائینگے۔ یعنی سلطنتہائے عظیمہ میں جنگ شروع بعض سلطنتیں جو اپنے آپ کو پہاڑ کی طرح مضبوط سمجھتی ہیں۔ کمزور اور تباہ ہو جائینگی (زار روس اور قیصر جرمن کی طرف دیکھو) و اذا العشار عطّلت۔ اور جب اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی۔ یعنی ایسی سواریاں اور بار برداری کے سامان پیدا ہو جائینگے۔ کہ اونٹوں کی ضرورت نہیں رہیگی۔ چنانچہ اس جنگ میں موٹروں سے کام لیا گیا۔ علم تعبیر میں شُتر عربی سے مراد مردم عرب۔ مطلب یہ کہ عربی لوگ جو اسوقت آزادی کی اُمید دلوں میں رکھتے ہونگے۔ خود مختار ہو جائینگے۔ حضرت مسیح موعود نشان آسمانی میں لکھتے ہیں:۔

"اور حدیثوں کی رُو سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مہدی کے وقت ترکی سلطنت کچھ ضعیف ہو جائیگی۔ اور عرب کے بعض حصوں میں نئی سلطنت کے لئے کچھ تدبیریں کرتے ہونگے۔ اور ترکی سلطنت کو چھوڑنے کے لئے تیار ہونگے۔"

واذا الوحوش حشرت۔ اور جب وحشی آدمیوں کے ساتھ اکٹھے کئے جائینگے۔ یعنی وحشی قومیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تہذیب کی طرف رجوع کرینگی۔ اور اراذل دنیوی عزت سے ممتاز ہو جائینگے۔ اور یہ معنی بھی ہیں کہ ایک طرف تو تہذیب کا دعویٰ اور دوسری طرف نہایت بے رحمی سے ایک دوسرے کو قتل کرینگے۔ اس جنگ نے انسان اور بہیمیت کو اکٹھا کر کے دکھا دیا۔ واذا البحار سجرت۔ اور جس وقت دریا چیرے جائینگے۔ مجمع البحار میں ہے۔ ای ملئت نیرانا للتعذیب الفجار۔ یعنی اس وقت دنیا میں فسق و فجور بڑھ جائیگا۔ اس لیئے ایک ایسا عذاب نمودار ہو گا کہ سمندر بھی آگ سے بھرے جائینگے۔ مطلب یہ کہ سمندروں میں لڑائی ہوگی۔ سرنگیں بچھائی جائینگی۔ اور آبدوز کشتیاں چلینگی۔ واذا النفوس زوجت۔ اور جب باہم لوگ ملائے جائیں گے۔ یعنی اس زمانہ میں آمد و رفت کے وسائل ایسے پیدا ہو جائینگے۔ کہ گویا کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھیگی۔ اس جنگ میں بھی دنیا کی تمام قومیں اکٹھی کی گئیں واذا الموٴدۃ سئلت۔ اور جب زندہ درگور کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ یعنی اس زمانہ میں لڑکیوں کو مار دینے والوں سے مواخذہ ہو گا۔ اور زندہ درگور وہ عورتیں بھی ہیں۔ جن کو جنگ کی وجہ سے کوئی سنبھالنے والا نہیں۔ ان کی نسبت یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ تعدد ازواج کے مسئلہ کو جائز رکھ کر کیوں نہ اس نقصان کا تدارک کیا جاوے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ویذھب الرجال و یبقی النساء (ابن ماجہ) کہ مرد جنگ میں مارے جائینگے۔ اور عورتیں رہ جائینگی۔ واذا الصحف نشرت اور جب کتابیں پھیلائی جائینگی۔ یعنی پریس کاغذ وغیرہ مختلف قسم کی تحریروں کی حیرت انگیز ایجاد ہوگی جنگ کی خبریں بھی اخبارات میں شائع ہو کر دور دور تک پہنچیں۔ واذا السماء کشطت۔ اور جب آسمان کی کھال اُتاری جائیگی۔ یعنی علم نجوم اور سائنس کا زور ہو گا۔ یہ پیشگوئی آج کل ایک اور رنگ میں بھی پوری ہو رہی ہے۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۰ میں حضرت اقدس تحریر کرتے ہیں:۔

"کتب تعبیر میں سماء سے مراد بادشاہ بھی ہوتا ہے" اور کشط کے معنے لغت میں ننگا کرنے کے ہیں۔ یعنی اسوقت جو سلطنتیں قائم رہینگی۔ وہ برہنہ کی جائینگی۔ رعایا اپنی حکومت کی عزت و حرمت پر حملہ کریگی اور اس کی نظر عیوب اور نقائص پر ہوگی۔ تب ایک آگ بھڑکائی جائیگی۔ یعنی قوموں کے لیڈر اور لیکچرار اپنی تقاریر اور مواعظ سے سلطنت کے برخلاف لوگوں کو ترغیب دیکر تکالیف اور مصائب میں ڈالیں گے۔ ایسے وقت میں ایک جنت بھی نزدیک کی جائیگی۔ یعنی ایک امام اور خلیفہ کے ماتحت جو جماعت ہوگی۔ وہ اسوقت سکھ اور آرام کی راہ بتائیگی۔ اور خود دکھوں سے دور رہیگی۔ جیسا کہ سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ ان شور کرنیوالے لیکچراروں اور مسیح موعود کی جماعت کی اس طرح خبر دیتا ہے۔ لھم فیہا زفیر و ھم فیہا لا یسمعون۔ ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنہا مبعدون

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنے وہ اس آگ میں چلائیں گے۔ اور وہ انہیں نہیں سنیں گے۔ البتہ جن کے لئے پہلے ہو چکا وعدہ نیک وہ اس آگ سے دور رکھے جائینگے۔ زفیر کے لفظ میں دو اشارے ہیں۔ اوّل زفیر کے معنے ہیں "بگلو رفتن آواز از سختی۔ وھو تردید النفس حتی ینتفخ الضلوع (صراح) بتایا کہ حکومت کے خوف سے پوری آواز نہ نکال سکیں گے۔ اور بعض باتیں ان کے پیٹوں میں رکے رہنے کے سبب سے نفخ پیدا کردینگی۔ دوم زفیر کے معنے "اوّل بانگ خر" ان معنوں کو زیر نظر رکھ کر حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت ان انکر الاصوات لصوت الحمیر میں غور کرو۔ انھوں نے جو اپنے بیٹے کو فرمایا۔ واغضض من صوتک اور نرم کر آواز اپنی کو تحقیق بہت ناپسندیدہ آوازوں سے البتہ آواز گدھے کی ہے۔ میرے نزدیک اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ یحمل اسفاراً۔ اور "بروکتابے چند" کے مصداق علماء اس امت کے لقمان یعنی مسیح موعود کے بیٹے کے زمانہ میں ایک عذاب میں مبتلا ہوکر شور مچائینگے۔ وہ ان کو نرمی اور ادب کی ہدایت کریگا۔ لیکن شور مچانے والے اس کی نہ سنیں گے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی جلسہ الہ آباد میں پوری ہو چکی۔ حدیث میں بھی ان شور مچانیوالوں کا ذکر ہے۔ دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوا فیھا (ابن ماجہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اخیر زمانہ میں دعاۃ یعنی ہر شہر اور ہر گاؤں میں جلسے کرنیوالے اٹھیں گے۔ اور وہ آگ کے دروازوں پر ہونگے۔ جو کوئی ان کی طرف گیا انھوں نے اس کو آگ میں ڈالا۔ حذیفہؓ نے عرض کی۔ ان کے فتنہ سے بچنے کا کیا علاج فرمایا جو جماعت ایک امام کے ماتحت ہوگی۔ اس کے ساتھ رہنا۔ اور باقی تمام فرقوں سے بچنا۔ پس واذا الجحیم سعرت واذا الجنۃ ازلفت کا ایک مطلب تو یہ تھا۔ جو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں سمجھایا۔ تاکہ یہ واقعہ قیامت کے دوزخ وبہشت کا ثبوت ہو۔ فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس۔ یہاں خمسہ متحیرہ یعنی پانچ ستاروں کی تین حالتیں خنس۔ جوار۔ کنس کو بیان کرکے ان پانچ سالوں کی پیشگوئی فرمائی۔ خنس میں اشارہ کہ اس کے بعد ابلیس خناس پیچھے ہٹیگا۔ اور اس کی فوج کو شکست ہوگی۔ جوار میں یہ خوشخبری کہ یورپ کے لوگ اسلام کے سیدھے راستہ پر چلیں گے۔ کنس۔ خانہ روفتن۔ کناس۔ گردن زننده۔ یعنی خونریزی کا عذاب۔ ان ممالک میں جھاڑو پھیر دیگا۔ کفر۔ شرک کی رات دور ہوکر توحید اسلام کی صبح نمودار ہوگی۔ ایک دنیادار کفر۔ شرک کے زور کو دیکھ کر ممکن ہے اس پیشگوئی کو مجنونانہ خیال کرے۔ مگر اس کو بیان کرنے والا رسول صاحب قوت ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ بڑے بڑے طاقتوروں کا بھی مطاع ثابت ہو۔ یہ اپنی روشنی آفاق میں پھیلی ہوئی دیکھ چکا ہے۔ وما ھو علی الغیب بضنین۔ اور غیب کی بات پر بخیل نہیں۔ یعنی اس بات سے اس کی شان اعلیٰ اور ارفع ہے کہ مسیح اسرائیلی کی دوبارہ آمد سے اس کے دین کو ترقی ہو بلکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسکی کامل اطاعت سے اس کے ایک غلام کو نبی بنایا جائیگا۔ اور بذریعہ وحی اس کو غیب کی خبریں بتائی جائینگی اس طرح اس زمانہ کے مسلمانوں کو سمجھایا۔ کہ تم ایسے شان والے رسول کو چھوڑ کر جو خبر غیب پر بخیل نہیں۔ ایک غلط خیال کے پیچھے نہ جانا۔ یہ رسول اپنی دو بعثتوں کی وجہ سے تمام جہان کے لئے بھیجا گیا۔ لہٰذا وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین کو پڑھ کر ہمارے بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ اگر مسیح موعود ان کی منشاء کے مطابق آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ تو اس مسیح کو قبول کریں۔ جس کو منشاء الٰہی نے اُمت سے کھڑا کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ الہامیہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ وتقولون لیس ذکر المسیح الموعود فی القراٰن وقد ملأ القراٰن من ذکرہ ولکن لا یراہ العمون۔ اور تم کہتے ہو کہ مسیح موعود کا ذکر قرآن میں نہیں۔ حالانکہ قرآن اس کے ذکر سے بھرا پڑا ہے۔ لیکن اندھے اس کو نہیں دیکھ سکتے ؎

خداوند کا حُلیہ بائبل میں

ہم نے بائبل کے اقتباسات اس نیت سے درج کرنے شروع کئے ہیں۔ تا پادری صاحبان احادیث یا قرآن مجید کے بعض الفاظ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی مسلمہ الٰہی کتاب کو دیکھ لیا کریں۔ حلیہ دینے کے بعد اب ہم چند اور باتیں بتاتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے متعلق بائبل میں آئی ہیں۔ پادری صاحبان نے حدیث میں کہیں پڑھ لیا کہ خدا تعالیٰ ہنسا۔ تو وہ اس پر ہنسی اُڑانے لگے۔ اور نہ سمجھے۔ کہ خود ہماری الہامی کتاب میں بھی ایسے الفاظ آئے ہیں۔ جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

سانس:۔ (۱) "صیہوں کی خاطر میں چُپ نہ رہوں گا۔ اور یروشلم کی خاطر میں دم نہ لُونگا" (یسعیاہ ۶۲/۱)

(۲) "اس کی سانس ایسی ہے۔ جیسا کہ سیلاب جس کی باڑھ ہو۔ اور وہ آدھی گردن تک چڑھے" (یسعیاہ ۳۰/۲۸)

(۳) "خدا کی سانس سے یخ ہوتا ہے۔ اور دریاؤں کا پھیلاؤ منجمد ہو جاتا ہے" (ایوب ۳۷/۱۰)

(۴) "خدا کی رُوح نے مجھ کو بنایا ہے۔ اور قادر مطلق کے دم نے مجھ کو زندگی بخشی ہے" (ایوب ۳۳/۴)

(۵) اگر وہ (خدا) اس کو خیال کرے۔ اور اپنی رُوح اور اپنا دم (سانس) اپنی طرف سمیٹے" (ایوب ۳۴/۱۴)

سُونگھتا ہے:۔ (۱) "اور خداوند نے خوشنودی کی بُو سُونگھی۔ اور خداوند نے اپنے دل میں کہا الخ" (پیدائش ۸/۲۱)

(۲) اور تپاؤں کے لئے تہائی میں۔ مئے (شراب) خداوند کی خوشنودی کی بُو کے لئے گذرانیو" (گنتی ۱۵/۷)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۳) احبار ۷/۶ (۴) گنتی ۸/۱۸ وغیرہ۔

ہنستا ہے۔ "خداوند اسپر ہنستا ہے۔ کیونکہ دیکھتا ہے۔" الخ (زبور ۳۷/۱۳)

(۲) "وہ جو آسمان پر ہے۔ ہنسیگا" (زبور ۲/۴)

(۳) "پر تو اے خداوند ان پر ہنسیگا۔ تو ساری قوموں کو مسخرہ بنادیگا" (زبور ۵۹/۸)

تالیاں بجاتا ہے۔ (۱) "میں بھی تالی مارونگا۔ اور اپنا قہر کرکے اپنے جی کو ٹھنڈا کروں گا۔ خداوند نے یہ فرمایا ہے" (حزقی ایل ۲۱/۱۷)

(۲) "دیکھ تیرے ناروا نفع کے سبب جو تو نے کیا۔ اور تیری خونریزی کے باعث جو تیرے بیچ میں ہوئی ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا" (حزقی ایل ۲۲/۱۳)

تالیاں بجانے پر ہی بس نہیں۔ بلکہ سیٹی بھی بجاتا ہے۔

سیٹی بجاتا ہے۔ (۱) "میں ان کے لئے سیٹی بجاؤں گا۔ اور انہیں فراہم کرونگا الخ" (ذکریاہ ۸/۱۰)

(۲) "اس دن ایسا ہوگا کہ خداوند مصر کی نہروں کے اس سرے پر سے مکھیوں کو اور اسود کی سرزمین میں سے زنبوروں کو سیٹی بجاکر بلادیگا" (یسعیاہ ۷/۱۸)

(۳) "انہیں زمین کی انتہا سے سیٹی بجا کے بلاتا ہے۔ اور دیکھ وہ دوڑ کے جلد آتے ہیں (یسعیاہ ۵/۲۶)

کھاتا ہے۔ (۱) "وے خدا کے لئے آگ کی قربانیاں جو کہ ان کے خدا کی غذا ہیں گذرانتے ہیں" (احبار ۲۱/۶)

(۲) "وہ تیرے خدا کی غذا گذرانتا ہے" (احبار ۲۱/۸)

چلاتا ہے۔ (۱) جس طرح میں چلایا۔ اور وے شنوا نہ ہوئے۔ اسی طرح وے چلائے۔ میں نے نہیں سنا۔ رب الافواج فرماتا ہے" (ذکریاہ ۷/۱۳)

خدا محبت ہے۔ یہ وہ فقرہ ہے۔ جس پر مسیحیوں کو بڑا ناز ہے۔ کیا وہ مہربانی فرماکر مندرجہ ذیل حوالوں کی روشنی میں اس کے معنے بتائینگے:۔

(۱) استثناء ۲۴/۴۔ خداوند تیرا خدا ایک بھسم کرنیوالی آگ ہے۔

(۲) امثال ۴/۱۶۔ خداوند نے ہر ایک اپنے لئے بنائی۔ ہاں شریروں کو بھی اس نے بُرے دن کے لئے بنایا۔

(۳) یسعیاہ ۱۶/۵۴۔ اور غارتگر کو خراب کرنے کے لئے بھی پیدا کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسئلہ کفارہ پر چند ابتدائی سوالات

جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ عیسائی صاحبان کی مُراد کفارہ مسیح سے یہ ہے۔ کہ کفارہ مسیح علاج ہے ایک روگ بیماری یا دُکھ کا۔ جو گناہ ہے۔ گویا مسیحی صاحبان کے نزدیک کفارہ مسیح کی حیثیت ایسی ہے جیسی بُخار کی حالت میں کونین۔ کونین سے انسان بخار کے بُرے نتیجے یعنی موت سے بچ جاتا ہے یا انسان کو بھوک لگتی ہے۔ اور انسان روٹی کھالیتا ہے۔ تو وہ روٹی کفارہ ہو جاتی ہے۔ بھوک کے مطالبے کا۔ اور انسان بھوک کے بُرے نتیجے سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح سے عیسائی صاحبان کے نزدیک کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے انسان گناہ کے بد نتیجے یعنی رُوحانی موت یا عذاب جہنم سے بچ جاتا ہے۔ پس پہلا میرا سوال یہ ہے۔ کہ کن وجوہات سے کفارہ مسیح پر ایمان لانے سے گنہگار انسان گناہ کی پاداش سے بچ جاتا ہے۔ اور کیا کوئی مثال ایسے نجات یافتہ انسان کی موجود ہے۔

امر دوم۔ متی ۵: ۱۹، ۲۰ میں مرقوم ہے۔ جو توراۃ کے چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی توڑیگا۔ وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو اس پر عمل کریگا۔ وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں کی راستبازی سی نہ ہوگی۔ تو تم آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے۔ (۲) متی ۷: ۲۱ میں مرقوم ہے۔ جو مجھے اے خداوند اے خداوند کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہو گا۔ مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ ایسے بیسیوں مقامات پر مسیح اور اس کے رسُول نجات کے حاصل کرنے کے لیئے نیک اعمال کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اگر صرف کفارہ مسیح پر ایمان لانا کافی تھا تو مسیح نے مندرجہ بالا تعلیم کیوں دی؟

سوال سوم۔ گنتی ۱۴: ۲۰ میں صاف لکھا ہے کہ موسیٰ کی سفارش سے خدا نے بنی اسرائیل کے گناہ کو بخش دیا۔ زبور ۷۸: ۳۸ میں لکھا ہے۔ پر وہ رحیم ہے۔ اس نے ان کی بدکاریاں بخشیں۔ اور انہیں ہلاک نہ کیا۔ ہاں بارہا اس نے اپنے قہر کو روکا ...... کیونکہ اس نے یاد کیا کہ وہ بشر ہیں۔

میکاہ ۷: ۱۸-۱۹ تجھ سا خدا کون ہے۔ جو بدکاری کو معاف کرے۔ گناہ سے درگذر کرے۔ وہ اپنا غصہ ہمیشہ تک نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ وہ رحم کرنے سے بہت خوش ہے۔ وہ پھر کے ہم پر شفقت کریگا۔ اور ہمارے گناہوں کو دبائے گا۔ ایسے بیسیوں حوالے کتاب مقدس میں موجود ہیں۔ جن سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثابت ہوتا ہے کہ خدا گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور کفارہ مسیح کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

قرآن شریف نے کیا ذریعہ نجات بتایا

حاضرین میں آپ کو بتا دوں۔ کہ سچا کفارہ یعنی گناہ کے بُرے نتیجے سے بچنے کی حقیقی راہ قرآن کریم نے بتائی ہے۔ جو یہ ہے۔

اول:- ان الحسنٰت یذھبن السیّئات $\frac{11}{12}$ سورہ ہود۔ اخیری رکوع۔ نیکیاں بدیوں کو دُور کر دیتی ہیں۔

(۲) ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفّر عنکم سیّئاتکم $\frac{5}{5}$ سورہ نسا و رکوع ۵۔ اگر انسان گناہ کبیرہ سے بچے۔ تو صغیرہ کا اثر خود بخود دُور فرما دیگا۔

(۳) رحمتی وسعت کلّ شیءٍ۔ خدا کی رحمت سب چیزوں سے زیادہ وسیع ہے۔ پس خدا اپنے رحم سے بخش دیتا ہے۔

(۴) من جاء بالحسنۃ فلہٗ عشر امثالھا و من جاء بالسیّئۃ فلا یجزیٰ الّا مثلھا۔ $\frac{7}{12}$ سورہ انعام آخری رکوع۔ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ملیگا۔ اور ایک بدی کا بدلا ایک ہی بدی۔

(۵) فامّا من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیہ و امّا من خفّت موازینہ فامّہ ھاویہ۔ سورہ القارعہ۔ جن کی نیکی کا تول بدی سے بھاری ہوگا۔ وہ نجات پائیگا۔ اور یہی اُصول دنیا کے مشاہدہ میں آرہا ہے۔

یورپ کو احسان فراموشی چھوڑ کر ہمیشہ اسلام کا مرہون منت رہنا چاہیئے۔ آج تک کبھی یورپ نے دیانتداری اور دل سے اعتراف نہیں کیا کہ وہ اسلامی تہذیب و ترقی کا کہاں تک زیر احسان ہے۔ یورپ نے نہایت بے پرواہی اور کم توجہی سے تسلیم کیا ہے۔ کہ جاہلیت کے زمانہ میں جب اہل یورپ نہایت ہی پست حالت میں تھے۔ عرب سائنٹیفک ترقی کے سبب تہذیب و تمدن کے نہایت ہی اعلےٰ مقام پر تھے۔ اور انہی کی ترقی کے سبب یورپین سوسائٹی کی شمع ٹمٹماتی رہی۔
آج جبکہ ہم اپنے تئیں تہذیب و تمدن کے سرِ بام پر سمجھتے ہیں۔ کیا اس امر کو محسوس نہیں کرتے کہ اگر عرب تہذیب اور علم و فنون میں وہ ترقی نہ کرتا۔ تو یورپ پر آج بھی جہالت کی گھٹائیں چھائی رہتیں۔ ..... عربی علم ادب کی تصانیف۔ جو عیسائی تعصب کی وجہ سے آگ کی نذر ہوئیں۔ اس سے دنیا کو وہ نقصان پہنچا۔ جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ یورپ نے صدیوں تک اس احسان کو چھپایا جو عربوں نے اسپر کیا۔ لیکن یہ ایسا احسان ہے کہ اب وہ نہیں چھپایا جاسکتا۔ یورپ بلکہ تمام عیسائی دنیا کو اپنے قصور کا اعتراف کرنا چاہیئے۔ (میجر ارتھر گلن لیونارڈ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آریوں کے اعتراض کا جواب

کیا خدا نے شرک کی تعلیم دی؟

سوال :۔ قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ خدا مشرکوں سے بیزار ہے۔ اور مشرک ناپاک ہیں۔ حالانکہ خدا نے ہی سب سے پہلے شرک کی تعلیم فرشتوں کو دی۔ کہ آدم کو سجدہ کرو۔ جبکہ ایک فرشتے نے شرک کرنے سے انکار کیا تو اُسے ملعون کر دیا۔ تو بتاؤ کہ از روئے تعلیم قرآنی شرک کا مُعلّم اور مشرک کون ہوا۔ خدا یا معلم الملکوت

جواب:۔ بے شک قرآن مجید کی تعلیم ہے کہ ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ یقینی خدا اور اُس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ خدا اس گناہ کو بخشتا ہی نہیں۔ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ اور انما المشرکون نجس۔ مشرک سب سے بد عقیدہ گندہ رکھتے ہیں۔ اب تمہیں انصاف کرو۔ جبکہ قرآن [illegible] کی ایسی تعلیم ہے۔ تو وہ خود پھر کیسے شرک کی تعلیم دے سکتا ہے۔

کاش کہ آریہ صاحبان وید مقدس کو غور سے پڑھتے جسمیں صریحاً مادی اور غیر مادی اشیا کی پرستش کی ہدایت موجود ہے۔ چنانچہ یجر وید ادھیائے ۴۰ منتر ۹ میں لکھا ہے کہ جو لوگ مادی اور غیر مادی اشیاء کو نہیں پوجتے۔ وہ گہرے گڑھے (اسفل السافلین) اور اندھیرے سے اندھیرے دوزخ میں جاتے ہیں اب بھلا بتاؤ کہ یہ شرک کی تعلیم نہیں۔ اور جن جن کے پرستش کی ہدایت موجود ہے۔ وہ سب کے سب علیٰ حسب مراتب آرین کے پرمیشور نہ ہوئے؟ جو اَن گنت ہیں۔ ہیں اور ضرور ہیں۔

جبکہ آریہ صاحبان کو اپنے گھر کی خبر ہی نہیں ہے۔ تو پھر کیوں قرآن شریف پر اعتراض کرتے ہیں جس میں کہیں بھی غیر اللہ کی محبت یا عبادت کا لگاؤ تک نہیں پایا جاتا۔

سُنو اور غور سے سُنو۔ کلام الٰہی صریح غیر اللہ کی عبادت سے منع کرتا اور کفر اور شرک سے بیزار ہے۔ پس جس لفظ سے آریہ صاحبان کو دھوکا ہو رہا ہے۔ وہ سجدہ عبادت ہرگز نہیں ہے۔ نہ کوئی مسلمان اس کو سجدہ عبادت خیال کرتا اور نہ آج تک کسی نے خیال کیا ہے۔ اس سجدہ سے مُراد وہی ہے۔ جو یجروید میں نمسکار سے ہے۔ دیکھو یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۲۰ میں ہے۔ جو محیط کل پرمیشور جو عالموں کے باطن میں جلوہ گر ہے۔ اس کو نمسکار ہو۔ اور جو عالموں سے اس برہم کا علم حاصل کرتا ہے۔ برہم کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

درجہ پاتا ہے۔ یعنی جس پر ایشور ایسا مہربان ہے۔ جیسے باپ بیٹے سے محبت ہوتی ہے۔ اس براہم یعنی برہم کی عبادت کرنیوالے کو بھی نمسکار ہو۔ پس جس طرح اس منتر میں عالموں کے لئے نمسکار یعنی تعظیم اور تکریم اور سلام و نیاز کرنے کا حکم ہے۔ ایسا ہی آیت واذ قال للملٰئکۃ اسجدوا لآدم میں حضرت آدم کو نمسکار بدیگر الفاظ سجدہ کرنے کا حکم ہے۔ جو محض ایک سلام اور تعظیم ہے نہ کہ سجدہ عبادت پس مذکورہ بالا منتر میں جس طرح پر خدا کو نمسکار کیا گیا ہے۔ ویسا ہی اس آیت میں بھی سجدہ کا لفظ محض نمسکار کے معنے میں ہے۔ اور جو وجہ یجروید کے منتر میں بیان کی گئی ہے۔ وہی یہاں پر بھی ہے یعنی حضرت آدم کا علم وفضل اس نمسکار کا موجب ہے۔ دیکھو قرآن شریف کی آیت وعلّم آدم الاسماء کلّھا ثمّ عرضھم علی الملٰئکۃ فقال انبئونی باسماء ھٰؤلاء ان کنتم صادقین۔ اور خدا نے حضرت آدم کو کل اشیاء کے نام مع خواص وصفات سکھائے۔ پھر ان کو ملائکہ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ اگر تم سچے ہو۔ تو ان اشیاء کے نام بتلاؤ۔ طرز بیان آلٰہی سے ظاہر ہے کہ ملائکہ کو اپنی نسبت علم و کمال کا دعویٰ تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی ایک عالم تر شخص کو ان کے سامنے پیش کر کے اس کے علم و کمال کو ان سے بالا تر ثابت کر دکھایا۔ اور فرشتوں سے صاف اقرار کرا لیا کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ خدایا تیری ذات قدوس ہے ہمیں کوئی علم نہیں۔ مگر اسی قدر جس قدر تو نے ہم کو سکھایا۔ یعنی اپنی فطرت سے بڑھ کر ہم کو علم ہو نہیں سکتا۔ اصلی علیم اور حکیم تو ہی ہے۔ جس کو چاہے جتنا سکھائے۔ پس اس اقرار عجز کے بعد چونکہ حضرت آدم نے تمام اشیاء کے نام اور ماہیت بتا دی۔ اس لئے وہ اس بات کے مستحق ہوئے کہ فرشتے ان کو سجدہ یا نمسکار کریں۔ جس کی بابت یجروید ادھیائے ۱۲ منتر میں ویدک ایشور کا بھی حکم ہے کہ ادنیٰ علم والے کو اعلیٰ علم والوں کے سامنے سر تسلیم جھکانا اور ان کو ادب کے ساتھ نمسکار کرنا چاہیئے۔ یہی سجدہ آدم کا مطلب ہے۔ ہر قوم اور ہر مذہب اسی بات کی ہدایت کرتا ہے۔ عالموں کی تعظیم کی جائے۔ مگر آریوں کی ضد پر افسوس جو حکم قرآن پر اعتراض کرنے کے لئے ویدک حکم سے بھی انکار کئے جاتے ہیں۔ پس خدا کے حکم کے موافق علماء و فضلاء کے روبرو زانوئے ادب تہ کرنا۔ سر تسلیم جھکانا حکم آلٰہی کی تعظیم ہے۔ اور علم آلٰہی کی تکریم ہے۔ ابلیس نے امر آلٰہی کی اطاعت سے منہ موڑا۔ اور اپنے سے عالم تر آدمی کی فضیلت کے اقرار یا نمسکار کرنے سے انحراف کر کے ہوائے نفس کو مقدم رکھا۔ اور باری تعالیٰ کے ارشاد کے موافق اپنے سے بالا تر علم والے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو نمسکار نہ کیا۔ یہ بے شک خدا سے بغاوت کفر اور شرک و تمرد ہے۔ نہ کہ ارشاد آلٰہی کی تعمیل۔ یہ بخوبی یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی اطاعت ہی میں عزت اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انجام بالخیر ہے۔ نہ کہ سرکشی اور انحراف میں ؎

خدا کا حکم ہے کہ تم ماں باپ کی اطاعت کرو۔ گورو اور اُستاد اور بڑوں کی پیروی اور فرمانبرداری کرو۔ ان کو سلام کرو۔ ان کے ساتھ ادب اور تعظیم سے پیش آؤ۔ حکام کی اطاعت کرو۔ پس خدا کے حکم کے موافق ان کی اطاعت نہ کرنا۔ ان کے سامنے سرتسلیم نہ جھکانا۔ البتہ مخالفت الٰہی اور ایک گونہ شرک ہے۔ گویا ان کی اطاعت عین اطاعت امر الٰہی اور اخلاص و ایمان کامل و توحید عملی کا نشان ہے۔

واضح ہو۔ کہ سجدہ کے لغوی معنے صرف اطاعت و انقیاد کے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وللہ یسجد من فی السموات والارض۔ ہر شے جو زمین و آسمان میں ہے۔ اللہ کے لئے سربسجود ہے یعنی اس کی مطیع و منقاد ہے۔ نہ کہ حقیقت میں ہر شے (جبیں جاندار اور بے جان سب شامل ہیں) زمین پر سر پٹک رہی ہے۔ انہی معنوں میں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو ارشاد کیا تھا کہ اسجدوا لآدم آدم کے سامنے سربسجود ہو جاؤ۔ یعنی اس کی خلافت حقہ کا اقرار کرلو۔ اور اس کے مطیع امر ہو جاؤ۔ نہ کہ اس کے سامنے سجدۂ عبادت کرو۔ اس کا دنیا میں کوئی مسلمان قائل نہیں۔ صرف سجدہ تعظیمی اور اطاعت آدم کے تمام مسلمان قائل ہیں۔ یہ آریوں کا اعتراض کرنا کم عقلی پر دلالت کرتا ہے۔ کوئی سی بھی لغت اُٹھا کر دیکھو۔ سجدہ سے مُراد صرف جھکنا تعظیم کرنا اور اطاعت کرنا ہی ہے نہ کہ عبادت بجالانا۔ سجدہ کے معنی پر غور کرکے دیکھیں۔ تو اس سے وہی مفہوم ہوتا ہے۔ جو آریہ صاحبان اپنے برہمنوں۔ بزرگوں اور راجہ مہاراجہ کو ڈنڈوت کرتے ہیں (" پاؤں لگے مہاراج ") اپنے آپ کو پنڈتوں کے پاؤں میں گراتے ہیں۔ تو کیا برہمن لوگ ان کے خدا ہوگئے یا یہ لفظ یعنی سجدہ یا نمسکار وہ بطور عبادت استعمال کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح انہیں سجدہ کے لفظ کو سمجھنا چاہیئے۔ پھر شعراء عرب کے اشعار سے یہ ثابت ہے کہ لفظ سجدہ کے معنے صریحاً اطاعت کرنے کے ہیں۔

دیکھئے عرب کے مشہور شاعر زید الخیل کا ایک شعر ہے ؎

بجمع تضل البلق فی حجراته ترى الاكم فيها سجد للحوافر

ترجمہ۔ میں ایسے لشکر عظیم کے ساتھ تم پر حملہ کروں گا۔ کہ جس کے اطراف میں ابلق گھوڑوں کا پتہ نہ لگے اور جس کے گھوڑوں کے پاؤں کے آگے ٹیلے سجود کرینگے۔ یعنی جھک جائینگے۔ ایک اور شاعر کا شعر ہے ؎

فقلن لها وهما ابيا خطامه وقلن له اسجد لليلى فاسجد

عورتیں ایک سخت منہ زور اونٹ کو لیلیٰ کے پاس کھینچ کر لائیں۔ اور کہا کہ لیلیٰ کو سجدہ کر یعنی جھک جا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو اس اُونٹ نے گردن جُھکا دی۔ پس سجدہ کے معنے جھکنا اور اطاعت کرنا کے ہیں۔ سو یہ حکم مختص بہ عبودیت نہیں۔ بلکہ سلف میں دستور تھا کہ یہود وغیرہ اپنے علماء اور بادشاہوں کے سامنے سر تسلیم خم کیا کرتے تھے جیسا کہ فی زمانناً دستور ہے کہ لوگ اپنے بزرگوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے ہیں۔ زمانہ سلف میں لوگ بجائے کھڑے ہونے کے ایسے طریق سے سلام اور تعظیم بجالایا کرتے کہ سر ان کا زمین سے مس کرتا معلوم ہوتا۔ لیکن یہ ایک زمانہ کا دستور تھا۔ یہ شرک نہ تھا۔ نہ اس طرح کرنیوالے مشرک کہلاتے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بھی حضرت یوسف کو اسی طرح کیا تھا۔ وخرّوا له سجّداً قاموس ملاحظہ ہو۔ سجَدَ اے خضع (فروتنی کی) اور تفسیر مدارک میں ہے۔ اسجدوا لآدم اے اخضعوا له واقروا بالفضل له۔ یعنے اس کے آگے فروتنی کرو۔ اور اس کی فضیلت کا اقرار کرو۔

ناظرین! غیر اللہ کو سجدہ عبادت کرنے کی قرآن شریف میں صریح ممانعت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذی خلقهن ان کنتم ایاه تعبدون تم نہ تو سورج کے سامنے سجدہ کرو نہ چاند کے سامنے اور صرف اسی اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان تمام اجرام سماوی کو پیدا کیا۔ اگر تم خدا کے سچے پرستار ہو۔ تو پس اسی کو سجدہ کرو۔ چونکہ اسلامی شریعت میں شرک کا وہم بھی نہیں۔ اسی وجہ سے سجدہ اطاعت بھی منع کر دیا گیا ہے۔ تاکہ شرک کا واہمہ بھی اس مذہب میں نہ رہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل یمن کی حکومت سے واپس آئے تو آقائے نامدار حضرت سیدنا مختار علیہ السلام کو سجدہ یعنی اسی طرح کا سلام کیا۔ حبیب فخر دو عالم نے اس نئی بات کا مشاہدہ کیا۔ تو فرمایا ماھٰذا یا معاذ۔ اے معاذ کیا کرتا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ میں نے یمن اور شام کے ملک میں دیکھا کہ لوگ اپنے عالموں اور درویشوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ پس میں نے بھی چاہا کہ آنحضور صلعم کی اس طرح کی تعظیم کروں۔ یہ سُنکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے زور سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ہمارے دین میں سجدہ اطاعت اور سجدہ عبادت ہر دو قسم کے سجدہ کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور بجز وحدہٗ لاشریک لہٗ کے کسی کو سجدہ کرنا روا نہیں۔

پس مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی میں ایک معبود حقیقی کے سوائے کسی غیر کو نہ سجدہ عبادت کرنا درست اور نہ سجدہ اطاعت کرنا جائز ہے۔ بہر صورت قرآن پاک اور حدیث رسول اللہ میں ہر قسم کے سجدہ کی ممانعت کی گئی ہے۔ اگر قرآن و حدیث میں کسی قسم کے سجدہ کا حکم ہوتا۔ تو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام برابر سجدہ کرتے۔ اور آپ کبھی حضرت معاذ کو سجدہ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منع نہ فرماتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام میں سجدہ لغیر اللہ کی سخت ممانعت ہے۔ ہاں پہلی اُمتوں میں سجدہ اطاعت تھا۔ مگر سجدہ عبادت کسی امت میں نہ تھا۔ حضرت آدم کو ملائکہ کا سجدہ بھی سجدہ اطاعت تھا۔ نہ کہ سجدۂ عبادت۔ اب ہر طرح کے سجدہ کی ممانعت ہے۔

اور سُنئے سجدۂ عبادت آدم کو ہرگز نہیں تھا۔ بلکہ حضرت آدم کی طرف مُنہ کرکے اللہ ہی کو سجدہ تھا۔ یعنی حضرت آدم صرف قبلۂ عبادت تھے۔ نہ مقصد عبادت۔ اس صورت میں اسجدوا لآدم۔ تم آدم کی طرف مُنہ کرکے یعنی آدم کو قبلۂ عبادت ٹھہرا کر اللہ کو سجدہ کرو۔ جیسا کہ ایک شاعر کا شعر ہے ؎

الیس اول من صلّٰی لقبلتکم — واعرف الناس بالقرآن والسنن

پس اس صورت میں بھی کوئی اعتراض نہ رہا۔

اور بھی اس آیت کے معنے ہو سکتے ہیں کہ اسجدوا لآدم۔ اس آدم کی پیدائش پر خدا کے سامنے سربسجود ہو جاؤ۔ نہ کہ آدم کو سجدہ کرو۔ بلکہ ایسی اعلیٰ درجہ کی مخلوق کی پیدائش پر خدا کے سامنے سجدات تعظیمی بجالاؤ۔ جس نے ایسی جامع حقایق عالم و اشرف افضل مخلوق پیدا کی۔ ارشاد خداوندی ہے۔ سوّیتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین۔ جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کروں۔ اور اپنی طرف سے اس میں رُوح پھونک دُوں۔ تو تم سب کے سب اس کی پیدائش پر سجدات بدرگاہ آلہی بجالاؤ۔ مطلب یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک ایسا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور اس کے جسم و رُوح میں اس قدر لا انتہا اسرار و معارف بھرے ہیں۔ اس کی جسمانی بناوٹ رُوحانی کمالات۔ دلی جذبات غیر محدود خیالات اس قابل ہیں۔ کہ ان میں غور کرکے نہ صرف فرشتے بلکہ خود انسان کو بھی مناسب ہے۔ کہ ایسے خلاق اور صناع کے حضور سربسجود ہو جائے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ تمہارے وجود میں بھی قدرت خدا کے نشان ہیں۔ کیا تم غور سے دیکھتے نہیں ؟

اور یہ بات کہ شیطان نے سجدہ آدم سے انکار کیا۔ یہ اس کی سراسر سرکشی اور تکبر تھا۔ مخلوق کا کام خدا کا حکم ماننا ہے۔ نہ کہ اس میں لم نکالنا کہ الامر فوق الادب۔ حکم کا ماننا ادب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ پس اگر بفرض محال اللہ تعالےٰ نے کسی قسم کے سجدہ کا ہی حکم دیا ہو۔ تو شیطان کا فرض تھا۔ کہ اللہ پاک کے حکم کا خیال کرتا۔ نہ کہ اس شے کا جس کو سجدہ کیا جاتا ہے۔ شیطان نے غرور کیا۔ حسد کیا۔ حکم آلہی سے منہ پھیرا۔ اس پر بھی جو شخص شیطان کے فعل کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ بلا ریب و بلا شبہ اسکا بھائی بنتا ہے ؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہی یہ بات کہ شیطان نے آدم کو سجدہ اس لیئے نہ کیا۔ کہ وہ اسے شرک سمجھتا تھا۔ ایسی وکالت شیطان کی جانب سے وہی کر سکتا ہے۔ جسمیں عقل اور سمجھ نام کو بھی نہ ہو۔ اگر شیطان اس سجدہ کو شرک سمجھتا تھا۔ تو اس نے خدا کو کیوں جواب نہ دیا۔ کہ جناب آپ مجھ سے شرک کرواتے ہیں۔ یہ مجھ سے کبھی ہو نہیں سکتا۔ اور میں آپ کے حضور دوسرے کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ برخلاف اس کے شیطان جواب میں اس طرح کہتا ہے کہ انا خیر منہ خلقتنی من نارٍ وخلقتہ من طین۔ میں اس سے (یعنی آدم سے) اچھا ہوں۔ اس لئے کہ آپ نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے بنایا ہے اس جواب سے ظاہر ہے۔ کہ ابلیس اس سجدہ کو سجدہ اطاعت سمجھتا تھا۔ ورنہ وہ اس طرح کبھی نہ کہتا کہ میں اس سے اچھا ہوں۔ یہ مجھے سجدہ کرے۔ نہ کہ میں اسے کروں۔ اور اس کے اعتراض کی صرف یہی غرض و غایت تھی۔ کہ میں بڑا ہوں۔ آدم مجھے سجدہ کرے۔ چونکہ اس نے حکم الٰہی کی اطاعت نہ کی جو کہ خلیفۃ اللہ کی معرفت اسے پہنچا تھا۔ بنابراں وہ مردود بارگاہ الٰہی ہوا۔ جس طرح آریوں کے خیال میں وہ لوگ ناستک اور لعنت کے قابل ہیں۔ جو وید کے احکام کو نہیں مانتے۔ جو رشیوں کی معرفت ان کی طرف نازل ہوئے۔

اندھا دھند بغیر سوچے سمجھے آریہ صاحبان حضرت آدم کو ملائکہ کے نمسکار کرنے پر اعتراض کر دیتے ہیں۔ اور وید کو پڑھتے نہیں۔ جس میں سانپوں تک کو نمسکار کیا گیا ہے۔ دیکھو یجروید ادھیائے ۱۳ منتر ۶۔ سلام ہو سانپ ہر ایک کو جو کوئی زمین پر چلتا ہے۔ اور جو خلا میں اُڑتا ہے۔ اور جو آسمان میں رہتا ہے۔ ان سب کو۔ غرضکہ ہر قسم کے سانپوں کو سلام ہو۔ دیکھو اور غور سے پڑھو۔ اس منتر میں پرمیشور جاہل عورتوں کی طرح سانپوں کو سلام کرتا ہے۔ مردوں کی طرح لاٹھی سے خبر نہیں لیتا۔

مذکورہ بالا بیانات سے ثابت ہے۔ کہ شرک کی تعلیم وید میں موجود ہے۔ اب بھلا بتلاؤ کہ مشرک کون ہوا۔ کیا وید کے عامل مشرک نہ ہوئے۔ اور وید کا پرمیشور شرک کا معلم نہ ہوا۔ ہوئے اور ضرور ہوئے۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں! کہ آریوں کے بنیادی اُصولوں ان کے عقیدوں کی اصل حقیقت بحوالہ وید منتر دیکھیں تو تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائل منگوا لیجئے جنمیں مکمل مضامین ہیں۔ اور بیسیوں انعامی سوالات ہیں۔ جن کو آج تک آریوں کے مبلغ اور مناظر حل نہیں کر سکے۔ ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۲۱ء تک کے آٹھ فائل ایک بیس روپے میں دئے جاتے ہیں۔ خصوصاً ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۱ء تک چار سال کے فائل منگوالیں انمیں بہت سا ذخیرہ ہے
(مینیجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیحؑ کی معجزانہ پیدائش

پر

قرآنی دلائل

میں ناظرین کی توجہ قرآن مجید کی طرف لے جاتا ہوں۔ جو نہ صرف کسی ایک امر بلکہ ہر امر میں ہمارا حقیقی راہ نما ہے۔ اور جس کا فتویٰ ہر معاملہ میں قطعی ہے۔ اور قرآن شریف سے بھی صرف پانچ ہی دلیل پیش کروں گا۔ اور پھر اعتراضات کا جواب دونگا۔ تا مضمون بھی موجز ہو۔ اور غور کرنیوالوں کو بھی آسانی ہو ؞

(۱)

قرآن شریف نے جس اسلوب و ترتیب پر حضرت مسیح کی پیدائش کا ذکر کیا ہے۔ وہ مجرد بیان کسی مزید توضیح کے بغیر ہی اس کو بے باپ ثابت کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔ آل عمران و مریم دونوں سورتوں میں حضرت یحیٰی کی ولادت بیان فرمانے کے بعد حضرت مسیح کی ولادت بیان کر کے قرآن کریم میں تدبر کرنے والوں کی توجہ کو ملتفت کرایا ہے کہ جس طرح اول الذکر کی نبوت موخر الذکر کی نبوت کے لئے مؤید تھی اسی طرح ان کی ولادت کے لئے ارہاص تھی۔ اور پھر حضرت مریم کے اس قول کے جواب میں کہ " انّٰی یکون لی غلامٌ ولم یمسسنی بشرٌ ولم اکُ بغیًّا۔ میرے لڑکا کیونکر ہو گا۔ جبکہ مجھے کسی مرد نے نہیں چھوا۔ اور میں بدکار بھی نہیں۔ فرشتے کا یہ کہنا۔ کہ کذالک قال ربّک ھو علیّ ھیّنٌ ولنجعلہٗ اٰیۃً للناس الخ اسی طرح تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے۔ اور تاکہ میں اس کو لوگوں کے لئے ایک نشان بناؤں۔ اگر اس پیدائش میں کوئی ندرت نہ ہو۔ تو ایک عام قانون کو معطوف بحکم ایک عجوبہ و قدرت کے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ و سبحان اللہ عما یصفون۔ حالانکہ ھو علیّ ھیّن اور یخلق ما یشاء کی بجائے یوسف نجار سے تیری شادی ہوگی۔ اور اس کے نطفہ سے مولود کی پیدائش ہوگی۔ وغیرہ الفاظ سے اس امر کو بیان کرنا چاہیئے تھا۔ کیا خدائے قدوس بھی ان لوگوں کی طرح ہے۔ جو یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا کے مصداق ہیں۔ یعنی جو چاہتے ہیں۔ کہ وہ اس فعل کے بارے میں تعریف کئے جائیں۔ جس کو

انھوں نے کیا نہیں۔ اس جگہ بھی شاید کسی کے دل میں وہی خیال عود کر آئے۔ کہ حضرت یحییٰ کی ولادت کے متعلق بھی ھو علی ھین کہا گیا ہے۔ اور ان کا بے باپ ہونا عند الفریقین مسلم ہے۔ تو اس کا وہی جواب ہے کہ حضرت یحییٰ کی پیدائش کے متعلق ان الفاظ کا لانا دلیل ہے حضرت مسیح کی بے باپ پیدائش کی کیونکہ زکریا اور ان کی بیوی کے متعلق تسلیم شدہ ہے کہ الیسبات بانجھ تھی۔ اور دونوں عمر رسیدہ تھے۔ پس حضرت زکریا کے سوال پر کہ جب ہم میاں بیوی کی ایسی مایوسانہ حالت ہے۔ تو کیونکر بچہ ہوگا۔ خداوند کا فرمانا کہ میرے لئے کوئی بات انہونی نہیں۔ بالکل موزون بلکہ ضروری جواب ہے۔ مگر حضرت مریم کو یہ جواب کیوں دیا گیا۔ جب اس سے بڑھ کر کوئی قدرت نمائی مد نظر نہ تھی۔

(ب) ولنجعلہ اٰیۃ للناس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ واقعی ان کی پیدائش میں عجوبہ ہے اور وہ پیدائش بنی اسرائیل کے لئے بطور ایک نشانی کے ہے۔ اب سوال ہوگا کہ وہ نشانی کیا ہے۔ اور اس پیدائش سے کیونکر پوری ہوئی ہے۔ اس کا جواب انشاء اللہ آگے چل کر دوں گا۔ لیکن یہاں ایک اور شبہ کا ازالہ کئے دیتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ چونکہ انبیاء آیات اللہ ہوتے ہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کے بزرگ نبیوں میں سے ہیں۔ صرف اس لئے ان کو آیت کہا گیا ہے۔ ورنہ اس سے ان کی مخصوص پیدائش پر کوئی دلالت مقصود نہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں اگر غور کیا جائے تو صاف عیاں ہوتا ہے کہ محض نبی ہونے کی حیثیت سے آیۃ للناس نہیں کہا گیا۔ بلکہ خاص طور پر بنی اسرائیل کے لئے ان کا نشان ہونا اس قدرتی پیدائش میں سے ہو کر بنی بیٹے میں مرکوز ہے۔ جیسا کہ ان آیات سے ہویدا ہو رہا ہے وجعلناھا وابنھا اٰیۃ للعالمین۔ ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو عالم کے لئے نشان بنایا۔ و جعلنا ابن مریم وامہ اٰیۃ۔ ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو نشان بنایا۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام صرف نبی ہونے کی وجہ سے آیت ہیں۔ تو حضرت مریم کس وجہ سے آیت بنیں۔ اس ولادت عجیبہ کو چھوڑ کر جو وجہ بھی ان کے آیت بننے کی ہوگی۔ ضرور ہے۔ کہ یوسف بوجہ باپ ہونے کے اول نمبر پر آیت ہو۔ پس صرف امہ بآواز بلند کہہ رہا ہے۔ کہ مسیح کی پیدائش غیر معمولی طور پر ہوئی ہے۔ اس سے واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

(۲)

والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ سے پیش آنا اور ان سے احسان کرنا بموجب حکم قرآن ہر ایک مومن کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا۔۔۔۔۔۔ فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور تیرے رب نے حکم کیا ہے۔ کہ تم لوگ صرف اسی کی عبادت کرو۔ اور والدین سے احسان کرو۔ اور ان کو اُف نہ کہو۔ اور نہ ہی ڈانٹو۔ بلکہ ان سے ادب کے ساتھ بات کرو۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربّيٰني صغيرا۔ بڑی مہربانی سے نہایت عاجزی کے ساتھ ان کی خدمت میں لگے رہو۔ اور خدا سے ان کے لئے دعا کرو۔ پھر فرمایا۔ ووصّینا الانسان بوالدیہ احسانا۔ ہم نے انسان کو نہایت تاکید سے اپنے والدین سے احسان کرنے کو کہا ہے اور حضرت فخر رسل سرور عالم نے بھی فرمایا ہے۔ رضی اللہ فی رضی الوالدین وسخط اللہ فی سخط الوالدین۔ والدین کی خوشنودی میں ہی خدا کی خوشنودی اور والدین کی ناراضگی میں ہی خدا کی ناراضگی ہے یہی نہیں۔ بلکہ بائبل میں بھی اس بارے میں تاکیدی حکم ہے۔ خروج ۲۰/۱۲ و ۲۱/۱۵، ۱۷ واستثناء ۵/۱۶۔ اور حضرت مسیح دوسروں کو اس کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ متی ۱۹/۱۹ اب ان توضیحات کو سامنے رکھ کر سورہ مریم کی کوئی تلاوت کرے۔ تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکل جائیگا۔ کہ حاشا وکلا حضرت مسیح کا کوئی باپ نہ تھا۔ اب زیادہ سہولت سے استنباط کر سکنے کے لئے اس میں سے دو مختلف بیانوں کو الگ الگ لکھتا ہوں:۔

حضرت یحییٰ ۳

یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة وآتیناه الحکم صبیا۔ وحنانا من لدنا وزکوة وکان تقیا۔ وبرا بوالدیه ولم یکن جبارا عصیا۔ وسلٰم علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔

اے یحییٰ پکڑ کتاب کو مضبوطی سے۔ اور ہم نے دیا تھا اسے حکم بچپن میں۔ اور رحم دلی اپنی طرف سے اور پاک باطنی اور وہ پرہیزگار تھا۔ اور نیک سلوک کرنیوالا تھا اپنے والدین سے۔ اور نہ تھا سرکش اور نافرمان۔ اور اس پر سلام جس دن وہ پیدا ہوا۔ اور جس دن وہ مریگا۔ اور جس دن زندہ اٹھایا جائیگا۔

حضرت مسیح ۴

قال انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوٰة والزکوٰة ما دمت حیا وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا والسلٰم علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔

اس نے کہا۔ تحقیق میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے۔ اور اُس نے مجھے بنایا ہے نبی اور برکت والا جہاں بھی میں ہوں۔ اور وصیت کی ہے مجھے نماز و زکوٰۃ کی۔ جب تک زندہ ہوں۔ اور نیکی سلوک والا اپنی والدہ سے۔ اور نہیں بنایا مجھے سرکش اور بدبخت۔ اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا۔ اور جس دن میں مروں گا۔ اور جس دن میں اٹھایا جاؤں گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان آیات پر کوئی جس قدر غور کریگا۔ اسی قدر وضاحت سے اسپر حضرت مسیح علیہ السلام کا بے باپ ہونا کھلیگا۔ حضرت یحیٰی کے متعلق جس طرح تین تعبیروں کا ذکر ہے۔ اسی طرح بغیر کسی فرق کے حضرت مسیحؑ کے متعلق بھی ہے۔ اور کوئی تذکرہ ایک کے آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کا نہیں۔ ہاں تمام باتوں میں دونوں کی مساوات و برابری کو ذکر کرنے کے باوجود ایک کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین سے نیک سلوک کرنیوالے ہیں۔ لیکن دوسرے کی نسبت صرف اسی قدر کہ وہ اپنی والدہ سے اچھا برتاؤ کرنیوالے تھے۔ حضرت مسیحؑ کے صرف اپنی والدہ سے نیک برتاؤ کرنے اور اپنے والد سے نہ کرنے میں باوجود اس قدر تاکیدی حکم کے بلکہ دوسروں کو اس کی تلقین کرنے کے کیا بھید ہے۔ کیوں والد کا ذکر نہ کیا گیا۔ اور کیا وجہ ہے۔ ان سے احسان کرنے کی۔ کیا حضرت زکریا کی طرح یوسف کے نبی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ یا ان کے بڑھئی ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح کے نزدیک ان کا ذکر معیوب تھا۔ لیکن اس بات کی بھی گنجایش معلوم نہیں ہوتی۔ والدین اگر مشرک ہوں تو بھی حکم ہے کہ وصاحبھما فی الدنیا معروفاً۔ اور حضرت مسیح خود بڑھئی کہلاتے رہے ہیں۔ کیا یہ ہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا ہے مرقس ۶ باب ۳ آیت۔ ہر طرح ان کو پہنچ محبت ملزم ہے۔ جو حضرت مسیح کی عجیب پیدایش سے انکار کرتے ہیں۔ اور ہٹ سے اپنے مرغ کی ایک ہی ٹانگ بتاتے ہیں۔ شاید کوئی مناظر کہدے کہ عدم ذکر سے وجود پر کیونکر استدلال کیا گیا۔ تو میں کہتا ہوں کہ باوجود ضرورت کے احق بالذکر کو چھوڑ کر دوسرے کو پیش کرنا دلیل ہی ہے۔ کہ وہ چیز کتم عدم میں ہے۔ ایک شخص باوجود بھوک و اشتہا اور کھا سکنے اور کسی قسم کے مانع نہ ہونے کے بھوکا بیٹھا رہتا ہے تو یہ دلیل ہے اس کے نادار ہونے کی اگر کہا جائے۔ کہ شاید اس کے پاس ہو۔ اور وہ نہ کھاتا ہو۔ تو اس کہنے والے کو کہا جائیگا کہ تم پاگل ہو ایک پاگل بھی اس حالت میں کھائیگا۔ چہ جائیکہ ایک صحیح الحواس اب کوئی پوچھ سکتا ہے کہ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی والدہ سے بھی بد خلقی دکھائی ہے۔ پھر وَبَرًّا بِوَالِدَتِي کیونکر صحیح ہوا۔ جناب من! یہ حضرت مسیح پر دھینگا دھانگی ناموزوں چھینٹے ڈالنے والے انجیل نویسوں کے بہت سے احسانوں میں سے ۔۔۔۔۔۔ ایک احسان ہے۔ اس کا قرآن شریف ذمہ وار نہیں۔ اور نہ ہی ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ ایک معصوم انسان جس کا دعویٰ یہ ہو۔ کہ یہ نہ سمجھو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ملیگا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ متی ۵ باب ۱۷ وہ توریت کے ایسے صریح حکم کی خلاف ورزی کیونکر کر سکتا ہے۔ خصوصاً جب وہ خود اس کی تاکید کرتا ہو ... ۔ علاوہ ازیں اسی مقام پر جہاں یہ مذکور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ اس کا رد موجود ہے۔ انجیل کی اصل عبارت یہ ہے۔ اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے۔ اور اس سے باتیں کرنی چاہتے تھے ...... اس نے کہا کون ہے۔ میری ماں کون ہے میرے بھائی۔ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔ دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔ کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے۔ وہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہے۔ (متی ۱۲ ۴۶۔۵۰) اگر بالفرض اس کو درست اور وقوع پذیر تسلیم کیا جاوے۔ تو حضرت مریم کا مسیح علیہ السلام پر ایمان نہ لانا اور خدائی مرضی کے خلاف چلنا ساتھ ہی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ مسیح کا جواب بے معنی ٹھیرتا ہے۔ اور یہ بالکل باطل ہے۔ پس وہ واقعہ جو اس بیان کو مستلزم ہے۔ وہ بھی باطل ہے ؛

(۳)

ابطال الوہیت مسیح کی دلیل میں قرآن شریف کی ایک آیت ہے۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صديقة كانا ياكلان الطعام۔ ابن مریم صرف ایک پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے سب رسول وفات پا گئے ہیں۔ ان کی ماں راست باز تھیں۔ اور دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت میں خداوند کریم نے ان کی الوہیت کی تردید میں تین دلائل پیش کئے ہیں۔

اوّل :۔ مسیح صرف ایک رسول ہیں۔ جس طرح کے رسول کہ پہلے آتے رہے ہیں۔ اور وہ بشر ہی ہوتے تھے۔ اور فنا پذیر بھی۔ چنانچہ وہ سب وفات پا چکے ہیں۔

دوم :۔ ان کی ماں ہے۔ خدا کی کوئی ماں نہیں۔ وہ لم یلد ولم یولد ہے۔ اور بیٹا ماں ہی کی نوع ہوتا ہے۔ اور مریم انسان تھیں ؛

سوم :۔ وہ اور ان کی ماں کھانا کھاتے تھے۔ جو ان کے فانی اور محتاج الی الغیر اور بشر ہونے کی دلیل ہے۔ خداوند کریم صمد ہے۔ غیر کا محتاج نہیں۔ اور کھانا احتیاج کی علامت کے علاوہ ہر آن ان کے فنا پذیر ہونے کی دلیل بھی ہے۔ جس کو بدل ما یتحلل کے طور پر تناول فرماتے تھے۔

خالی کھوپری کے ساتھ نہیں۔ صحیح دماغ کے ساتھ اگر کوئی غور کرے۔ تو اس پر واضح ہو گا کہ کیوں صرف امه کہا ہے۔ اور باپ کا ذکر نہ کیا گیا۔ حالانکہ خدائی کی تردید میں اول اسی کو پیش کرنا چاہیئے تھا۔ اور عبارت ابواہ صدیقان کانا یاکلان الطعام ہونی تھی۔ یوسف جو باپ بن کر حضرت مسیح کو اور شوہر بن کر حضرت مریم کو کما کر کھلا رہا تھا۔ کھاتے وقت اس کو دُور کھڑا کیا جاتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیوں؟ وہ کوئی اچھوت ذات سے تھا۔ یا کوئی اور وجہ تھی۔ باپ کا ذکر نہ صرف مریم کی عصمت کا صحیح مثبت تھا بلکہ خدائی ادّعا کی بذریعہ اقرب تردید بھی تھی۔ پس اس کے بیان نہ کرنے کا سوائے اس کے کوئی سبب نہیں ہو سکتا۔ کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ دلیل نصاریٰ کی تردید میں ہے۔ اور وہ صرف مسیح اور ان کی ماں کی نسبت ہی اعتقاد رکھتے اور بڑا درجہ دیتے تھے کہ ایک خدا اور دوسری خدا کی ماں ہے۔ اس لئے صرف انہیں کے ذکر پر اکتفا کیا گیا۔ اور باپ کے ذکر کو غیر ضروری سمجھ کر ترک کیا گیا۔ لیکن وہ غور کر کے دیکھے کہ حجت ملزمہ کس صورت میں ہے۔ اور ان کے غالیانہ عقیدہ کا زیادہ آسان جواب کس پہلو میں ہے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ واقعی باپ کا ذکر ضروری تھا۔ پس اس کا ترک صرف اس کی عدمیت کی وجہ ہے۔ لاغیر۔

(ب) ایک اور جگہ پر بھی الوہیت کی ایسی تردید کی ہے کہ موجودہ عیسائیت چاروں شانے چت ہوتی ہے مگر وہاں پر بھی صرف ماں ہی کا ذکر ہے۔ دیکھئے فمن یملک من اللّٰہ شیئًا ان اراد ان یھلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعًا۔ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو تو الگ بیان کیا۔ پھر باقی انسانوں کو الگ۔ لیکن ان کے والد کا الگ ذکر موجود نہیں۔ حالانکہ یا تو حضرت مریم کو بھی ذکر عام میں شامل کرنا تھا یا مسیح علیہ السلام کے باپ کو بھی ان کے ساتھ ذکر خاص میں رکھنا تھا۔ معلوم نہیں یوسف کو حضرت مسیح کا والد بنا کر کیوں ان کی ایسی دلشکنی کی جاتی ہے۔ قرآن شریف کا اسلوب بیان اور ترتیب عبارت نہایت حکمت پر مبنی ہے ؛

(ج) حضرت مریم کی عصمت کا قرآن شریف نے متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔ جیسے امّہ صدیقة والتی احصنت فرجھا۔ ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا۔ ایک عورت کی راستبازی پر کیوں اس قدر زور دیا گیا۔ اگر کہو کہ نبی کی والدہ تھی۔ تو کیوں باپ کا ذکر نہ کر دیا گیا کہ مسیح کا باپ ہونا بھی ثابت ہو جاتا۔ اور ان کی نسبت غالیانہ خیال کا ممد بھی نہ ہوتا۔ مریم کی عصمت بھی ثابت ہو جاتی۔ اور جھگڑا دو ٹک فیصل ہو جاتا۔ بات یہ ہے۔ کہ حضرت مریم جو مطعون ہوئیں۔ تو اپنے کسی فعل کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ خداوند کی قدرت سے حاملہ پایا جانے سے۔ پس ضروری تھا کہ خداوند کریم بڑے زور سے اس کی تردید کرتا۔ تا ثابت ہو جائے کہ وہ عفیفہ تھیں۔ اور ان کا بیٹا بے باپ تھا۔ اور اس حمل میں یوسف کا کچھ تعلق نہ تھا ؛

(۴)

خداوند کریم فرماتا ہے۔ اولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والشھداء والصالحین۔ یعنی نبی صالح وغیرہ ہونا خدا تعالیٰ کا انعام ہے۔ اور واقعی انعام ہے۔ اور کسی کو اس میں شک نہیں۔ اور حضرت مسیح پر خدا نے بڑا انعام کیا کہ ان کو نبی بنایا۔ اور حضرت مریم پر بھی بڑا انعام کیا۔ کہ علاوہ صدّیقہ لقب دیا جانے کے ایک اولو العزم نبی کی ماں بننا نصیب ہوا۔ اور جناب یوسف پر بھی انعام ہوا۔ کہ ان کو ایک صالح مومن بنایا۔ راست باز بنایا۔ پھر ایک بہت بڑے نبی کا والد ہونے کی خوش قسمتی سے بہرہ ور کیا۔ یہ سب کچھ درست! ان کو ایک طرف رکھئے! اور اس حکم کو ایک طرف کہ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلی والدیّ۔ کہ یہ دعا کرے کہ میرے اللہ مجھے توفیق دے کہ میں تیرا شکر کروں۔ ان انعاموں کے بدلے جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے۔ حضرت مریم اور ان کے والدین پر جو انعام ہوئے۔ اس کو اور اس حکم کو ایک طرف۔ اور یعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلےٰ والدتک کو دوسری طرف۔ جس کا معنے ہے۔ اے عیسیٰ ابن مریم میں نے نعمت تجھ پر اور تیری والدہ پر کی ہے۔ اس کو یاد کر۔ جو قابل شکریہ ہے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یا تو حضرت مسیح علیہ السلام بے باپ تھے یا لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً کے ماتحت نعوذ باللہ قرآن من عند غیر اللہ ہے۔ اب حضرت مسیح کے باپ ہونے کے قائلین جس کو اپنے لئے مفید سمجھیں اختیار کرلیں۔ "برائے نام" جو کم تعلقی پر بولا جاتا ہے۔ باوجود باپ ہونے کے کیوں برائے نام ہی ابوت حضرت مسیح کی طرف نہ منسوب کی گئی۔ اور یوسف کو برائے نام ہی باپ نہ کہا گیا۔ ایک دانشمند انسان کے لئے قرآن کا یوسف کو بالکل نسیاً منسیاً کے طور پر رکھنا اور ہر جگہ مریم کو پیش کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح بے باپ تھے۔ خصوصاً عیسائیوں کے عقائد پر بھی اگر نظر ہو۔

(۵)

قرآن شریف میں ہمارے لئے ایک تاکیدی حکم ہے کہ ادعوا ھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰباءھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم۔ ان کو ان کے باپ کے ناموں سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت انصاف ہے۔ پس اگر ان کے باپ کو نہ جانتے ہو۔ تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ جس سے کسی کو بلاتے وقت اس کے باپ کی طرف ہی منسوب کرکے بلانے کی تاکید ظاہر ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر باپ کا نام نہ معلوم ہو۔ تو بھائی یا دوست کہہ کر پکارنے کا حکم ہے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔ جس سے اس کی مزید تائید نکلتی ہے۔ اور وہ یوں ہے۔ من ادعیٰ الیٰ غیر ابیہ وھو یعلم فالجنۃ علیہ حرام (بخاری) جو شخص اپنے باپ کو جاننے کے باوجود کسی غیر کی طرف اپنی نسبت کرے۔ جنت اس پر حرام ہے۔ پس اگر کسی کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باپ کے نام سے نہ پکارے۔ بلکہ ماں کے نام سے پکارے۔ اور اس سے باپ کے بارے میں تنازع بھی واقع ہو۔ تو وہ بھی اس حدیث کے منشاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے موجب سزا فعل ہے۔ پھر دوسری ایک حدیث میں سید المعصومین فرماتے ہیں۔ لا ترغبوا عن آبائکم فمن رغب عن ابیہ فھو کفر یعنے تم میں سے کوئی اپنے باپ کی طرف منسوب ہونے میں بے رغبتی نہ دکھائے۔ کیونکہ ایسا کرنا کفر ہے پس ضرور ہے کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہونے کی طرح کسی کو اس کے باپ کی طرف منسوب کرنا بھی گناہ ہو۔ اب اس آیۃ و حدیث کو ایک طرف اور حضرت مسیح کے بارے میں قرآنی آیات و نبوی آثار کو دوسری طرف رکھ کر انصافانہ اور تحقیقانہ نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو دونوں میں بہت بڑا تضاد پاتے ہیں۔ حضرت مسیح کے باپ کے حق میں (اگر کوئی ہے) اس قرآنی حکم کا ہرگز پاس نہیں کیا گیا۔ ان کے ساتھ بڑی بے انصافی کی گئی۔ اور نعوذ باللہ خدا نے خود بھی اپنے حکم کا پاس نہیں کیا۔ اور پھر نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی لم تقولون ما لا تفعلون کے خلاف عمل کیا۔ کہ اوروں کو حکم دے کر حضرت مسیح کے بارے میں اس کی خلاف ورزی کی۔ اور ایک دفعہ بھی ابن یوسف نہ فرمایا۔ اگر فان لم تعلموا کے مطابق ان کے باپ کو حضور نہ جانتے تھے تو فاخوانکم فی الدین پر بھی عمل نہ فرمایا۔ حالانکہ خود فرمایا ہے۔ الانبیاءُ اخوۃٌ لعلاتٍ امہاتھم شتّٰی ودینھم واحد۔ اور اس طرح حضرت مسیح کو اپنے دینی بھائیوں میں شمار فرمایا ہے۔ پھر بھی بلاتے ابن مریم کے نام سے ہیں۔ کیا قرآنی حکم اور اپنے فرمان پر سب سے بڑھکر عمل کرنیوالے حضرت فخر رسل نہیں؟ پھر کیوں ایک دفعہ بھی زبان مبارک سے ابن یوسف نہ فرمایا۔ لا ترغبوا عن آبائکم اور تورات کے احکام کے خلاف نعوذ باللہ مسیح نے تو کیا۔ اور ایک دفعہ بھی نہ کہا کہ میں ابن یوسف ہوں۔ لیکن کیا سرور کائنات نے بھی قرآن کے خلاف ہی عمل فرمایا۔ اور ابن یوسف ہونے کے باوجود ابن مریم ہی فرماتے رہے۔ ہذا بہتان عظیم ٭

اس کے متعلق ہمیشہ کہا جایا کرتا ہے کہ چونکہ نزول قرآن کے زمانہ میں حضرت مسیح یہود و نصاریٰ ہر دو قوموں میں اسی نام سے پکارے جاتے تھے۔ اس لئے قرآن نے بھی اسی کو رہنے دیا۔ اور ایک شایع متعارف نام کو بدلنا نہ چاہا۔ ورنہ اس سے ان کے بے باپ ہونے کا ثبوت کوئی مقصود نہ تھا۔ سو یاد رہے۔ کہ یہ صرف آگ کو دامن سے ڈھانکنا ہے۔ اور اپنی بکی کرانی۔ کیا ایک غلط نام کو نامزد خلائق ہونے کی وجہ سے اسی طرح رہنے دیا۔ اور اس کی اصلاح نہ کی۔ اگر یہی بات ہے۔ تو شریعت کے احکام پر ایک دم پانی پھر گیا۔ اور دین کھیل و مضحکہ ہو گیا۔ کیا لوگوں کے اس غلط بلاوے کی قدر کی گئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور خدا کے اپنے حکم کا کوئی لحاظ نہ کیا گیا۔ اور ادعوا ھم لاٰبائھم کو یوں پس پشت ڈالا گیا۔ افسوس ہے۔ اس دماغ پر جس سے یہ عفونت نکلے۔ پھر جن دو قوموں میں یہ نام رائج تھا۔ انہیں غور کیا گیا کہ کس طرح ان میں رائج تھا۔ اور کس وجہ سے تھا۔ ایک تو ابن مریم اسلیئے کہتے تھے کہ ان کی ولادت ناجائز طور پر ہوئی تھی۔ اور ان کا کوئی صحیح باپ نہ تھا۔ اور دوسری قوم اس لئے ابن مریم کہتی تھی کہ ان کا کوئی باپ نہ تھا۔ کیونکہ ان کی حیثیت بشریت سے بالا تھی۔ کیا قرآن مجید نے اس خطرناک زہر کو اُمّتِ محمّدیہ میں اثر انداز ہونے کے لئے اسی طرح رہنے دیا۔ اور بجائے اس کے استیصال کے جلتی آگ میں تیل کا کام کیا۔ پس حضرت مسیح کا اگر باپ ہوتا۔ تو جہاں عصمت مریم کا اثبات اور الوہیت مسیح کا ابطال کیا گیا۔ وہاں دونوں جگہوں میں سب سے پہلے اس کو پیش کیا جاتا۔ کاش کہ ایک دفعہ ہی ابن یوسف کہدیا ہوتا۔ اس برہانی میدان میں انجیلی رفتار قرآن سے کہیں پیچھے ہے۔ قرآن کریم میں کوئی تیئیس دفعہ شاید حضرت مسیح کو ابن مریم کہا گیا ہے۔ اور متعدد مقامات میں مریم کو ان کی ماں بھی پکارا گیا ہے۔ مگر ایک دفعہ بھی مسیح کی ابنیّت یوسف کی طرف مضاف نہیں کی گئی۔ اور نہ ایک بار ہی یوسف کی ابوّت کو حضرت مسیح کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن انجیل میں گو بہت دفعہ بلکہ کئی گنا زیادہ دفعہ ابن مریم ہی کہا گیا ہے۔ لیکن بعض جگہ ابن یوسف بھی کہا گیا ہے۔ جو ان کے شرعی باپ ہونے کی وجہ سے تھا۔ اب سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح ابن یوسف نہ سہی۔ لیکن ابن مریم کہنے سے قرآن کے ادعوا ھم لاٰبائھم والے حکم کی تعمیل کیونکر ہوئی۔ اور حدیثوں کا منشا کس طرح پورا ہوا۔ سو یاد رہے کہ جس ابوّتی نسبت سے حضرت مسیح نے پکارا جانا تھا۔ وہ ان کے لیئے حضرت مریم کی ذات میں ہی رکھی گئی ہے۔ خداوند کریم نے حضرت مریم میں حضرت مسیح کے والدین کی خاصیت و قوت رکھی ہوئی تھی۔ اور اسی وجہ سے ان کا تجسم بغیر کسی خارجی ذریعے کے صرف مریمؑ ہی سے ہو گیا۔ پس حضرت مسیح سے مریم کو صرف مادرانہ رشتہ نہیں۔ بلکہ پدرانہ بھی ہے۔ اور یہی حکمت ہے جو ابن مریم پکارنے میں ادعوا ھم لاٰبائھم والے حکم کی تعمیل اور منشار آثار کی تکمیل گردانا گیا۔ پس یہ پانچویں دلیل ہی ایک اکیلی اثبات مدعا کے لیئے کافی ہے ۔

محمد عبداللہ مالاباری

اعلان ضروری

جن اصحاب کے ذمہ گزشتہ سال کا بقایا چلا
آ رہا ہے۔ ان کو جوابی کارڈ بھیجے
گئے ہیں۔ نوّے میں سے صرف ۲۷
کا جواب آیا ہے۔ باقی جواب
کا ارادہ معلوم۔ اس لئے دیکھیے
بعد رسالہ بند کر دیا جائے گا
اور اگر قیمت نہ بھیجی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیہقیؒ کی "من السماء" والی حدیث پر ایک نظر

ہمارے بعض غیر احمدی دوست مسئلہ حیات مسیح اور اسرائیلی مسیح کی آمد ثانی کے دلائل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مفقود پاکر مطابق مثل "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" امام بیہقی کی کتاب الاسماء و الصفات صفحہ ۳۰۱ سے یہ حدیث پیش کیا کرتے ہیں :- کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم ؛

اوّل تو اگر بالفرض "من السماء" حدیث کا ٹکڑا بھی ہو۔ تو بھی اس سے وہ مسیح (جس کی وفات کا ذکر قرآن مجید کی تیس آیات اور احادیث صحیحہ میں آچکا ہے) مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید میں صاف لکھا ہے۔ ومن وراءھم برزخ الی یوم یبعثون۔ کہ مُردے قیامت تک رہ کے جائینگے اور دنیا میں نہیں آسکیں گے۔ لہذا اگر کسی نے آسمان سے آنا بھی ہو۔ تو وہ بھی کوئی اُمّت مرحومہ کا فرد ہی ہوگا۔ اور چونکہ ہر نبی آسمان سے آتا ہے۔ اس لئے اُمّت محمدیہ کا موعود بھی آسمان سے اسی طرح آئیگا۔ جس طرح پہلے انبیاء تشریف لاتے رہے ؛

دوم۔ در اصل یہ لفظ "من السماء" آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہانِ مبارک سے نہیں نکلا اور نکل بھی کیونکر سکتا تھا۔ جبکہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بارہا وفات یافتہ بیان فرمایا تھا اور آپ کی عمر ۱۲۰ سال کی بتائی تھی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰) پس یہ امام بیہقی نے بطور تشریح زائد کیا ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث حدثنا عبد اللہ بن محمد النفلی الخ اور طبرانی کی عن ابی کامل الجحدری الخ میں ہے (شرح الشرح نخبۃ الفکر صفحہ ۴۷) اور پھر صاف لکھا ہے۔ لان المشائخ کثیرا ما کانوا یذکرون بعد سوق متن الحدیث کلاما من عندھم علی سبیل التفسیر و التفریع فیحسب من یروی عنھم ان الکلام من متن الحدیث (شرح الشرح نخبۃ الفکر صفحہ ۴۷) یعنی مشائخ کی عادت ہے کہ وہ اکثر دفعہ متن حدیث کے بعد کچھ کلام بطور تفسیر اور تفریع کے ذکر کرتے ہیں۔ لیکن جو ان سے روایت کرتا ہے۔ وہ اس کو متن حدیث خیال کر لیتا ہے ؛

ہمارا دعویٰ | سو ہمارا دعویٰ ہے کہ اس حدیث میں بھی "من السماء" کا لفظ اصل حدیث نہیں۔ بلکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا تو امام بیہقی رضی اللہ عنہ کو غلطی لگی کہ انھوں نے تفسیر حدیث کو متن حدیث خیال کر کے درج کتاب کیا یا انھوں نے بھی تفسیر کے طور پر ہی بیان کیا ہے۔ لیکن آج کل فیج اعوج کے علماء اس کو متن حدیث سمجھتے ہیں ؎

من السماء کے خارج از متن ہونے پر امام کی شہادت

سب سے اوّل تو امام بیہقی ہی اس بات کے شاہد ہیں کہ لفظ من السماء اصل حدیث نہیں۔ بلکہ بطور تفسیر ہے۔ کیونکہ آپ اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے ہیں۔ رواہ البخاری فی الصحیح عن یحیی بن بکیر واخرجہ مسلم من وجہ آخر عن یونس وانما اراد نزولہ من السماء بعد الرفع الیہ۔ ملاحظہ ہو کہ اس حدیث کو بخاری نے یحیی ابن بکیر سے اور مسلم نے بھی ایک اور طریق سے یونس سے اس کی تخریج کی ہے۔ اور اس کے نزول سے مُراد نزول من السماء بعد الرفع ہے۔

پس امام بیہقی کا قول وانما اراد نزولہ من السماء بعد الرفع الیہ بتاتا ہے کہ اصل حدیث میں صرف نزول کا لفظ ہے نہ کہ نزول من السماء کا۔ ہاں امام بیہقی اس سے مراد نزول من السماء لیتے ہیں۔ لہذا الفاظ من السماء بقول امام بھی اصل حدیث نہیں ہیں۔ تو کسی اور کا ایسا کہنا مدعی سُست اور گواہ چست کا مصداق ہے ؎

من السماء کے خارج از متن ہونے پر امام بخاری کی شہادت

پھر چونکہ امام موصوف نے اپنی حدیث کے متعلق فرمایا ہے "رواہ البخاری" کہ بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ تو اب ہم بخاری سے اصل حدیث نقل کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ کیا امام بخاری جن کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اس لفظ من السماء کو اصل حدیث سمجھتے ہیں یا تفسیر سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۰ ا پر لکھتے ہیں :۔

"حدثنا ابن بکیر قال حدثنی اللیث عن یونس عن ابن شہاب عن نافع مولی ابی قتادۃ الانصاری قال ان اباھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔"

دیکھیے من السماء کو ترک کر دیا۔ اب اس ترک کرنے کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ اوّل آپ اس حصہ کو غلط سمجھتے ہوں۔ دوم من السماء کو آپ "تغیر المشائخ" خیال کرتے ہوں۔ اور ان ہر دو صورتوں میں لفظ "من السماء" خارج از متن ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ امام بخاری اس کو رد کریں جبکہ اصل راویوں میں بخاری اور بیہقی کا اتحاد ہے۔ ہاں البتہ چونکہ امام بیہقی ۳۸۴ ہجری میں پیدا ہوئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور ۴۵۸ھ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ کو روایت فیج اعوج کے لوگوں میں سے ہوتے ہوئے پہنچ سکتی تھی۔ اس لئے وہ زیادہ غلطی کا احتمال رکھتی ہے۔ خصوصاً جبکہ اصل شیوخ ایک ہیں۔ کیا ابن بکیر نے جو روایت کی ہے۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ راوی مذکور نے امام بخاری کو تو من السماء نہ بتایا۔ لیکن احمد بن ابراہیم (راوی بیہقی) کو بتایا۔ ہرگز نہیں۔ پس امام بیہقی کے لفظ من السماء کو یا تو تفسیر راوی یا امام کہا جائے۔ یا پھر غلط قرار دیا جائے۔ تیسری کوئی صورت نہیں ؎

امام جلال الدین سیوطی کی شہادت

پھر ہم امام جلال الدین سیوطی کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ جنہیں آپ نے تو بالکل ہی حل کر دیا ہے۔ کہ من السماء کا لفظ یا تو تفسیر ہے یا غلط ہے۔ بہرحال حدیث نہیں۔ آپ اپنی تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

" واخرج احمد والبخاری ومسلم والبیہقی فی الاسماء والصفات قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم (وامامکم منکم)

امام موصوف کا باوجود امام بیہقی کی کتاب میں من السماء کو ملاحظہ کرنے کے ترک کرنا بتاتا ہے کہ یہ آپ کے نزدیک (جو اصول حدیث کے مصنف ہوئے ہیں) اصل حدیث میں شامل نہیں تھا۔ ورنہ آپ کو چھوڑنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ پس ثابت ہوا۔ کہ یہ اصل حدیث ہی نہیں ؎

تدریب الراوی کا مطلب غلط سمجھا گیا

اہل حدیث میں راقم مضمون نے تدریب الراوی صفحہ ۳۳ سے ایک عبارت پیش کر کے اپنی کوتاہ فہمی سے سمجھ لیا ہے۔ کہ اگر بیہقی میں من السماء ہو لیکن بخاری میں (مطلقاً لا لفظاً ولا معنی) نہ ہو۔ تو بھی بیہقی رواہ البخاری کہہ سکتا ہے۔ اور بیہقی کا من السماء کہنا اصل روایت میں شامل سمجھا جائے گا۔ حالانکہ اصل عبارت یہ ہے :۔ وکذا ما رواہ البیہقی فی السنن والمعرفۃ وغیرہما والبغوی فی شرح السنۃ وشبہما قائلین رواہ البخاری اومسلم وقع فی بعضہ ایضاً۔ تفاوت فی المعنی والالفاظ فمرادھم بقولھم ذالک انھا انما رویا اصلہ اے اصل الحدیث دون اللفظ الذی اوردہٗ۔

جس کا صرف یہ مطلب ہے کہ بیہقی وغیرہ میں چونکہ روایت بالمعنی ہوتی ہے جس سے کچھ الفاظ اور معانی میں فرق آجاتا ہے۔ اس لئے ان کے قول رواہ البخاری وغیرہ کا صرف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اصل حدیث وہاں بھی ہے۔ گو لفظ اور ہوں۔

تو اب غور فرماویں کہ اس میں اس صورت کا ذکر کہ بخاری میں سرے سے من السماء نہ لفظاً ہو نہ معنیً۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن امام صاحب کہدیں - رواہ البخاری - تو وہ اصل حدیث خیال کیا جائے) کہاں ذکر آتا ہے - اسمیں تو اس حدیث کا ذکر ہے - جو مفہوماً دونوں کتابوں میں مشترک ہے نہ کہ اس کا بھی جو ایک میں بالکل ہی نہ ہو - چنانچہ آگے جو نتیجہ نکالا گیا ہے - اس سے معنی بالکل حل ہو جاتے ہیں -

وحینئذ فلا یجوز لك ان تنقل منهما اے من الکتب المذکورۃ من المستخرجات ما ذکر حدیثا و تقول فیه هو کذا فیهما اے الصحیحین الا ان تقابله بهما او یقول المصنف اخرجاہ بلفظه (صفحہ ۳۳ تدریب الراوی)

پس تم کو جائز نہیں کہ ان سے ایک حدیث نقل کر کے کہدو کہ صحیحین میں بھی ایسا ہی ہے اسوقت تک کہ صحیح کی روایت سے مقابلہ کرلو یا اس مستخرج کا مصنف کہے - کہ اس نے لفظاً لفظاً روایت کی ہے

پس یہ روایت بالمعنی کا تذکرہ ہے - اسمیں اس فرع کا ذکر نہیں ہے کہ ایک تو بیان نہ کرے مگر دوسرا کہدے کہ اس نے بیان کیا ہے - تو یہ صحیح ہو گا - اور وہ حدیث میں شامل سمجھا جائیگا - پس امام جلال الدین کی عبارت سے دھوکہ نہ کھایئے - اور جان بوجھ کر افتراء علی الرسول کے مرتکب نہ ہوئیے - بلکہ جیسا کہ ہم تین شہادتوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ لفظ من السماء حدیث کا ٹکڑا نہیں - اور بیہقی رحمہ نے یا غلطی کھائی یا ہمارے ہمعصر دھوکہ دے رہے ہیں *

ایک اور طرح سے پھر شیخ نے لکھا ہے - ثم یفسرون الشذوذ بمخالفة الثقة من هو اوثق منه (شرح نخبۃ الفکر صہ ۲۴)

پھر لکھا ہے - وزیادۃ راویهما مقبولة مالم تقع منافیة لروایة من هو اوثق ممن لم یذکر تلك الزیادۃ الخ (صہ ۲۳)

یعنی اگر کوئی راوی حدیث اپنے سے اوثق کی مخالفت کرے - تو اس کی روایت اگر ایسی زیادتی پر مشتمل ہے - جو اوثق کے منافی نہیں تو مقبول ورنہ غیر مقبول -

اب یہاں بخاری اور بیہقی کی روایت میں سے بیہقی میں تین راوی نیچے کے ہیں - اور وہ بخاری کی روایت کی من السماء میں مخالفت کرتے ہیں - اور یہ مخالفت منافی لروایۃ البخاری ہے پس بیہقی والی حدیث غیر مقبول ہے -

وهو المراد *

اللہ دتا جالندھری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسیح موعودؑ نبی بلا کتاب

پچھلے دنوں ڈاکٹر بشارت احمدؐ صاحب نے چند آیات لکھ کر یہ دعویٰ کیا۔ کہ ہر نبی پر ایک کتاب نازل ہوتی ہے۔ یہ در اصل آواز بازگشت ہے مولوی محمد علی صاحب کی۔ جنہوں نے اپنی تفسیر میں بھی اس بات پر زور دیا ہے۔ مگر مولوی صاحب اس معمے کو حل نہیں کر سکے۔ کہ اگر ہر نبی کے لئے الگ الگ کتاب ہوتی ہے۔ تو پھر لفظ کتاب بصیغہ واحد ہی کیوں آتا ہے۔ انزلنا معھم الکتب کیوں نہیں فرماتا۔ بالخصوص جاؤا بالبینٰت والزبر والکتب المنیر کیوں آیا۔ زُبُر کے ساتھ الکتب المنیر لانا صاف بتاتا ہے۔ کہ کتاب شریعت تو کئی نبیوں کے لئے ایک ہوتی تھی۔ البتہ مُبشّرات ہر نبی کے جُداگانہ تھے۔ جو کتاب نہیں۔ چنانچہ مولوی محمدؐ علی صاحب کو بھی دبی زبان سے اس کا اقرار کرنا پڑا ہے تاہم سورۂ انعام رکوع ۱۰ میں بہت سے پیغمبروں کا نام آیا ہے۔ پھر ومن اٰبائھم وذریتھم واخوانھم واجتبینھم وھدیتھم الی صراط مستقیم فرماکر ارشاد ہوتا ہے :- اولٰئک الّذین اٰتینھم الکتٰب والحکم والنبوّۃ اس میں اٰتینھم الکتب سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ ہر نبی کے لئے علیحدہ ایک کتاب ہوتی ہے۔ اور حکم میں یہ اشارہ بتایا ہے۔ کہ کوئی نبی کسی دوسرے نبی کا اُمتی نہیں ہوتا۔ مگر یہ سب کچھ عدم تدبّر کا نتیجہ ہے ؎

کیونکہ اوّل تو اس آیۃ میں ذکر ہے۔ ومن اٰبائھم وذریتھم واخوانھم۔ اب بتائیے کہ حضرت عیسیٰ کی کونسی اولاد تھی۔ اور اس کو کب کتاب اور نبوت ملی۔ دوم ایسا فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ نامبردہ پیغمبروں کی وساطت سے ان کی اولاد کو کتاب ملی۔ سوم اٰتینھم الکتب غیر نبیوں کے لئے بھی آیا ہے۔ یعنی بالواسطہ اگر کتاب پہنچ جائے۔ تو بھی یہ فقرہ بولا جاسکتا ہے۔

دیکھئے سورۂ بقرہ رکوع ۱۷ - الذین اٰتینھم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم جن کو ہم نے کتاب دی۔ وہ اس النبی (محمد رسول اللہ) کو پہچانتے ہیں۔ جیسے اپنے بیٹوں کو۔ تو کیا یہ بنی اسرائیل بھی سب کے سب انبیاء ہوگئے۔ اگر انبیاء نہیں۔ تو چند پیغمبروں کے نام لے کر اٰتینھم الکتب کہنے سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا۔ کہ ہر نبی پر علیحدہ کتاب نازل ہوتی ہے۔ دوسرا حوالہ ملاحظہ ہو۔ عنکبوت رکوع ۵ - وکذٰلک انزلنا الیک الکتب فالذین اٰتینھم الکتب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یومنون بہ ۔ ہم نے تیری طرف کتاب اُتاری ۔ اور جن کو ہم نے کتاب دی ۔ وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں ۔ یہاں بھی غیر نبیوں کے لئے اٰتینٰھم الکتٰب فرمایا ۔ پس ثابت ہوا کہ اٰتینٰھم الکتٰب کہنے سے یہ لازم نہیں آتا ۔ کہ کتاب کا براہ راست نزول بھی انہی پر ہو ۔ بلکہ دوسرے کی معرفت وہی کتاب ملنے پر بھی ایسا کہا جاسکتا ہے ۔

باقی رہا یہ کہ نبی کسی کا اُمتی نہیں ہوتا ۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے ۔ کہ انبیاء کے لئے اٰتینٰھم الکتٰب کے ساتھ والحکم بھی آیا ہے ۔ تو اس کے لئے میں یہ آیت پیش کرتا ہوں ۔ جو سورہ جاثیہ رکوع ۲ میں ہے ۔ ولقد اٰتینا بنی اسرائیل الکتٰب والحکم والنبوۃ ۔ دیکھ لیجئے یہاں بنی اسرائیل (جو انبیاء نہیں) کے لئے آیا ہے ۔ کہ ہم نے ان کو کتاب اور حکم اور نبوۃ دی ۔ جن کو براہ راست نہیں ملی ۔ جب ان کے لئے کتاب اور حکم کا دینا آگیا تو جن کو نبوت ملی ہے ۔ اُن کے لئے کتاب و حکم کا دینا کیوں استعمال نہ ہو سکے ۔ خواہ ان کی حالت یہ ہو ۔ کہ انہیں کتاب براہ راست نہ ملی ہو ۔ اور وہ کسی نبی سابق کی اُمت کا ایک فرد ہی کیوں نہ ہوں ۔ اس کی تصدیق اس آیت سے بھی ہوتی ہے ۔ انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا ۔ گویا جو کچھ ہم نے استدلالاً سمجھا ۔ واقعات نے اس کی تصدیق کی ۔ تورات حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی ۔ اور بعد میں آنے والے نبی اسی کے مطابق فیصلے دیتے رہے ؛

اہل اسلام میں بھی جو مفسرین گذرے ہیں ۔ ان کا بھی یہی مذہب رہا ہے کہ ہر نبی پر علیحدہ کتاب کا نازل ہونا ضروری نہیں ۔

فتح البیان :- ولیس لکل منھم کتاب فالمراد بایتاء الکتب تفھیم ما فیہ ۔

تفسیر کبیر :- واعلم ان قولہ اٰتیناھم الکتٰب یحتمل ان یکون المراد بایتاء الکتاب ..... یوتیھم اللہ فھماً تاماً ...... وعلماً محیطاً بحقائقہ واسرارہ وھذا ھو الاولی کان الانبیاء ثمانیۃ عشر المذکورین لما انزل اللہ علیھم کتاباً ۔

ابو السعود :- والمراد بالایتاء التفھیم التام .... فان المذکورین لم ینزل علی کل واحد منھم کتاباً

رُوح المعانی :- ای جنسہ والمراد بایتائہ التفھیم التام ۔

تعجب ہے کہ غیر مبایعین محض اپنے مطلب کے لئے ایک ایسا عقیدہ رکھتے ہیں جو نہ قرآن مجید سے ثابت احادیث صحیحہ سے نہ مفسرین سلف صالحین سے نہ حضرت مسیح موعود سے جو شہادۃ القرآن میں فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے بعد کئی انبیاء ایسے آئے ہیں کہ جنکی اپنی کوئی کتاب نہ تھی محض دعوۃ الی التوراۃ اور اس پر عمل کرانا ان کا فرض تھا ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اَب کے بھی دن بہار کے یُوں ہی گذر گئے

میرے ایک دیرینہ کرم فرما نے مجھے یہ سات اشعار تحفۃً بھیجے ہیں۔ میں اپنے رسالہ کے ناظرین کو بھی اس لطف اندوزی میں شامل کرتا ہوں۔ (اکمل)

ارمان دل کے دل میں رہے اور مر گئے
اَب کے بھی دن بہار کے یوُں ہی گذر گئے

میرے دلِ حزیں کی پریشانیاں بڑھیں
جب بال اُن کے بادِ صبا سے بکھر گئے

پیتے ہیں خوب حضرتِ واعظ بھی چھُپ کے مَے
یہ راز جب کھُلا ہے کہ ہم اُن کے گھر گئے

مَیں کیا کہوں کہ کیا مرے احباب نے کیا
بدنام کرنے آئے تھے بدنام کر گئے

وہ جو کہ پالا کرتے تھے باہم محبّتیں،
کوئی بتائے مجھ کو وہ لوگ اب کدھر گئے

اللہ رے! خرام قیامت کی رستخیز
مُردے سلام کرتے اُٹھے وہ جدھر گئے

صورت وصالِ دوست کی آخر نہ کچھ بنی
قاصد بہت اگرچہ اِدھر سے اُدھر گئے

انجمن تائیدالاسلام لاہور کے رسالہ ماہ اگست کا جواب — منشی پیر بخش صاحب پوسٹ ماسٹر پنشنر نے ایک رسالہ ماہواری ہمارے خلاف جاری کر رکھا ہے جس میں وہ الزام علم اعتراضات شایع کرتے رہتے ہیں۔ ہر چند ان کا اثر اہل علم طبقہ پر نہیں مگر عام لوگوں کو بعض اوقات ایک حد تک غلط فہمی میں ڈال دیتا ہے۔ منشی صاحب موصوف اپنا رسالہ ماریشس بیلون۔ بغداد تک بھیجتے ہیں۔ اور ان علاقوں میں ہندوستان سے گئے ہوئے بعض ملازمین انکی امداد روپوں سے کرتے ہیں۔ جس سے انہیں تقویت ہوتی جاتی ہے۔ انجمن احمدیہ بغداد کی تحریک سے اس رسالہ کا جواب لکھنا شروع کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں جو ۱۶ صفحے کا ہے۔ مسیح ناصری اور مسیح محمدی کے حلیوں پر اختلاف پر بحث ہے۔ تین روپے سینکڑہ کے حساب سے یہ ٹریکٹ بک ڈپو تالیف و اشاعت سے منگوا لیں۔ جس قدر حلقہ وسیع ہوگا۔ اسی قدر زیادہ تعداد میں چھپ سکیگا ٭ ماہ ستمبر کے رسالہ کا جواب بھی تیار ہے۔ ۸ صفحے ۱۲ روپیہ سینکڑہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسوۂ صحابہ حصہ دوم ؀

حصہ اول کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ اب اس کا حصہ دوم میری نظر سے گذرا ہے جسمیں صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم کی سیاسی۔ مذہبی۔ علمی خدمات کی تفصیل کرکے یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ انھوں نے کیوں کر اسلام کے نظام حکومت کو قائم رکھا۔ اور مذہب۔ اخلاق اور علوم اسلامیہ کی حفاظت و اشاعت کی حق یہ ہے کہ یہ ہر دو حصے اس قابل ہیں کہ انہیں غور سے پڑھا جائے۔ اور ان کے مطابق عملدرآمد بنایا جائے۔ ان ہر دو حصوں کے پڑھنے سے حضرت خاتم النبیین کی قوت قدسیہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور ہم غیر مذہب والوں کو مستند تاریخی حوالوں سے دکھا سکتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم نے اپنے پیروؤں کو کن اعلیٰ مدارج اخلاق و انسانیت پر پہنچا دیا تھا۔ یہ ہر دو حصے نہ صرف مضامین کی نفاست و جامعیت کے لحاظ سے قابل قدر ہیں۔ بلکہ لکھائی چھپائی اور کاغذ بھی نہایت ہی عمدہ ہے۔ اور کتاب کی صرف ظاہری صورت دیکھ کر ہی طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔

دوسرے حصے کا حجم ۔۵۴ صفحے ہے۔ قیمت ساڑھے تین روپے۔ پہلے حصہ کی قیمت تین روپے دار المصنفین اعظم گڈھ سے طلب کریں ؞

سلسلۂ حقانیہ

اس سلسلہ میں تین کتابیں ہیں۔ دعوۃ الحق ؏۔ شرعۃ الحق ؀۔ منہاج الحق ؏ یہ تینوں کتابیں شمس العلماء حافظ سید محب الحق صاحب کی تصنیف ہیں۔ اور مصنف ہی کے یہاں سے مل سکتی ہیں۔ جن کا نشان ہے۔ گوبند متر روڈ۔ ڈاک خانہ مرادپور۔ پٹنہ۔ صوبہ بہار و اڑیسہ

دعوت الحق میں بمقابلہ سائنس و دہریت و بمقابلہ دیگر ادیان کے اسلام کی حقانیت یعنی توحید و حقانیت قرآن محض عقلی دلائل سے ثابت کی گئی ہے (لیکن وحدۃ الوجود کا پرتو ضرور ہے)

شرعۃ الحق میں اسلامی شریعت جو آمیزشوں سے پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت تھی۔ بیان کی گئی ہے (اس حصہ میں اہل قرآن کی جھلک ہے) منہاج الحق۔ اسمیں روحانی تعلیم اور تصوف آشکارا کیا گیا ہے۔ ہر قسم کے مذہبی لٹریچر کو مطالعہ کرنے کے شایق ضرور منگوائیں ؞

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیاں ۳۸ سال سے تمام ہندوستان میں بِک رہی ہیں۔

کولاٹانک

زیادہ فکر یا محنت یا غم و بیماری و تبدیل آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہو گیا ہو۔ تو اسکو استعمال کیجئے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کثرت کاروبار پڑھنا وغیرہ کاموں میں پہلے اس کو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا۔ یہ ہولدل۔ دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو۔ تو اس کو پی لیجئے۔ تھکان نہیں ہو گا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھڑاتی ہے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ایک روپیہ چار آنہ +

پین ہیلر

یہ ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی درد۔ موچ۔ چوٹ۔ گٹھیا کے سبب جوڑوں یا گانٹھوں میں ریاح یا سردی کے سبب کمر۔ کولہا۔ پنجر۔ گردن یا اینٹھن وغیرہ سے جیسا بھی درد ہو۔ پین ہیلر کی مالش سے فوراً جاتا رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ۔ محصول ڈاک ۶/ ؁

سالسہ

یہ آپ جانتے ہیں کہ انسان کی زندگی خون سے ہے۔ اس لئے خون کا صاف رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن کا آیوڈائڈ سالسہ نہایت درجہ مفید ثابت ہوا ہے۔ اسمیں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے۔ اس سالسہ میں خاصکر پوٹاشیم آیوڈائڈ وغیرہ چند آزمودہ ادویات ملاکر بنتا ہے۔ اس لئے تمام سالسوں سے مفید ثابت ہو رہا ہے۔ گرمی۔ آتشک۔ گٹھیا وغیرہ یا پارہ ملی ہوئی ادویات کے استعمال سے اگر خون بگڑ گیا ہو تو اس کو استعمال کیجئے۔ قیمت فی شیشی ۱۲/ ؁

جلاب کی گولیاں

یہ چکنی چکنی جلاب کی بے ذائقہ گولیاں گل میں بنتی ہیں۔ اور اسلئے وزن میں مساوی ہوتی ہیں۔ رات کو ۲ دو گولیاں کھا لیجئے۔ علی الصباح بغیر گرمی مروڑ کے پیٹ صاف ہو جائیگا۔ اور لطف یہ کہ کھانے نہانے کام کاج کی کچھ ممانعت نہیں قیمت ۶ گولیوں کی ڈبیہ ۹

نوٹ:۔ ہمارے یہاں کی دوائیاں ہر جگہ دوکانداروں دوافروشوں اور ایجنٹوں کے پاس ملتی ہیں ؁

ڈاکٹر۔ ایس۔ کے۔ برمن۔ نمبر ۵ تاراچند دت۔ اسٹریٹ کلکتہ